ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۵ اکتوبر ۱۹۵۶
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَسْجِدِ بَنِيْ مُعَاوِيَةَ دَخَلَ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْنَا مَعَهٗ وَدَعَا رَبَّهٗ طَوِيْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ سَأَلْتُ رَبِّيْ اَنْ لَّا يُهْلِكَ اُمَّتِيْ بِالسَّنَةِ فَاَعْطَانِيْهَا وَسَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا يُهْلِكَ اُمَّتِيْ بِالْغَرَقِ فَاَعْطَانِيْهَا وَسَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا يَجْعَلَ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَمَنَعَنِيْهَا (رواہ مسلم)

(ترجمہ۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو معاویہ کی مسجد کے قریب سے گزرے۔ اور اس میں داخل ہو کر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپ نے اپنے پروردگار سے طویل کی۔ اور اس کے بعد ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ میں نے اپنے پروردگار سے تین چیزیں مانگی تھیں۔ دو چیزیں مجھ کو عطا فرما دیں اور ایک سے منع کر دیا۔ ایک تو میں نے اپنے پروردگار سے یہ چاہا تھا۔ کہ وہ میری اُمت کو عام قحط میں ہلاک نہ کرے یہ چیز تو خدا نے مجھ کو عطا فرما دی۔ دوسرے میں نے اپنے پروردگار سے یہ خواہش کی تھی کہ وہ میری اُمت کو پانی میں غرق کرکے ہلاک نہ کرے۔ یہ بات خدا تعالےٰ نے قبول کر لی۔ تیسری بات جس کی میں نے خواہش کی تھی یہ ہے کہ میری اُمت میں باہم لڑائی اور فساد نہ ہو خدا نے مجھ کو اس سے منع فرما دیا۔

عَنْ اَبِيْ مَالِكِ الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَجَارَكُمْ مِنْ ثَلٰثِ خِلَالٍ اَنْ لَّا يَدْعُوَ عَلَيْكُمْ نَبِيُّكُمْ فَتَهْلِكُوْا جَمِيْعًا وَاَنْ لَّا يُظْهَرَ اَهْلُ الْبَاطِلِ عَلٰی اَهْلِ الْحَقِّ وَاَنْ لَّا تَجْتَمِعُوْا عَلٰی ضَلَالَةٍ (رواہ ابو داؤد) ترجمہ (ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا نے تم کو تین چیزوں سے بچایا ہے۔ ایک یہ کہ تمہارا نبی تمہارے لئے بد دعا نہ کرے کہ تم سب ہلاک ہو جاؤ۔ دوسرا یہ کہ باطل و گمراہ لوگ اہل حق پر غالب نہ ہوں۔ تیسرا یہ کہ میری ساری اُمت گمراہی پر جمع نہ ہو

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰی وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ (ابوہریرہ سے روایت ہے۔ کہا۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کے لئے نبوت کب واجب کی گئی۔ فرمایا۔ (اس وقت جب) آدمؑ روح اور بدن کے درمیان تھے)

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ يَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِيْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ (رواہ الترمذی) ترجمہ:۔ (ابوسعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا۔ اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَلَسَ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ حَتّٰی اِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُوْنَ قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَقَالَ اٰخَرُ مُوْسٰی كَلَّمَهٗ تَكْلِيْمًا وَقَالَ اٰخَرُ فَعِيْسٰی كَلِمَةُ اللّٰهِ وَرُوْحُهٗ وَقَالَ اٰخَرُ اٰدَمُ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ قَدْ سَمِعْتُ كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَمُوْسٰی نَجِيُّ اللّٰهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَعِيْسٰی رُوْحُهٗ وَكَلِمَتُهٗ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَاٰدَمُ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ اَلَا وَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَحْتَهٗ اٰدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يُّحَرِّكُ حَلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللّٰهُ لِيْ فَيُدْخِلُنِيْهَا وَمَعِيَ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَی اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ

(رواہ الترمذی والدارمی)

(ترجمہ۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلعم کے صحابہؓ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ اور آپ نے ان کو یہ باتیں کرتے سنا۔ ایک شخص نے کہا۔ خدا تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنایا۔ دوسرے نے کہا۔ موسیٰؑ سے خداوند تعالےٰ نے باتیں کیں۔ تیسرے نے کہا۔ حضرت عیسیٰؑ خداوند تعالیٰ کا کلمہ اور خداوند تعالیٰ کی روح۔ چوتھے نے کہا۔ آدمؑ کو خداوند تعالےٰ نے برگزیدہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب باتیں سن کر فرمایا میں نے تمہاری باتوں کو سنا اور تمہارے اس تعجب کو محسوس کیا کہ ابراہیم خلیل اللہ خدا تعالیٰ کے دوست ہیں اور حقیقت میں وہ خدا تعالیٰ کے دوست ہی ہیں۔ اور موسیٰؑ خدا تعالیٰ کے ہمراز و ہمکلام ہیں اور حقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں۔ اور عیسیٰؑ خدا تعالیٰ کی روح اور کلمہ ہیں اور حقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں اور آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے انتخاب کیا ہے۔ اور حقیقت میں وہ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ ہیں۔ لیکن تم آگاہ ہو جاؤ۔ کہ میں خدا تعالےٰ کا حبیب ہوں۔ اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا اور میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اُٹھانے والا ہوں۔ جس کے نیچے آدم اور دوسرے تمام پیغمبر ہوں گے۔ اور اس پر مجھ کو فخر نہیں ہے اور قیامت کے دن سب سے پہلا شفاعت کرنے والا میں ہوگا۔ اور سب سے پہلا شخص ہوں گا جو بہشت کے دروازہ کو حرکت دوں گا۔ اور خداوند تعالیٰ جنّت کے دروازہ کو میرے لئے کھول دے گا۔ اور مجھ کو اس میں داخل کرے گا۔ اور میرے ساتھ مومن فقراء ہوں گے۔ اور اس پر مجھ کو فخر نہیں ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے نزدیک میں اگلے اور پچھلے لوگوں میں بہتر و برتر ہوں گا اور اس پر فخر نہیں۔

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

جلد ۲ | یوم جمعہ ۲۸ صفر المظفر ۱۳۷۶ھ - ۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء | شمارہ ۲۱

مخلوطِ انتخاب

انتخاب کا مسئلہ اتنا پیچیدہ نہیں تھا جتنا کہ ہمارے سیاسی رہنماؤں نے اسے بنا دیا ہے چونکہ مرکزی حکومت کی طرف سے جلد انتخابات کرانے کا اعلان ہو چکا ہے۔ اس لئے اب نئی نئی سیاسی جماعتیں معرضِ وجود میں آرہی ہیں۔ اور عوامی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانے کے لئے عجیب عجیب مسائل پیدا کئے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک مخلوط انتخابات کا مسئلہ بھی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مغربی اور مشرقی پاکستان میں انتخابات (دو قوموں کے نظریہ کے خلاف) مشترک ہوں یعنی ہندو امیدوار کے لئے صرف ہندو ووٹر ہی ووٹ نہ دیں بلکہ مسلمان بھی اس کو ووٹ دیں۔ اسی طرح مسلمان امیدوار کے حق میں ہندو بھی ووٹ دیں۔ گویا کہ منتخب شدہ امیدوار سب قوموں کا نمائندہ ہو۔ مخلوط انتخاب کے منظور کر لینے کے یہ معنی ہونگے کہ ہم پاکستان کے بنیادی مطالبہ پر اپنے ہاتھوں ضرب کاری لگا رہے ہیں۔

انتخاب کے مسئلہ میں مختلف جماعتیں مختلف نظریات رکھتی ہیں۔ اگر ایک جماعت جداگانہ انتخاب کی حامی ہے تو دوسری مخلوط کے حق میں ہے۔ ایک جماعت ایسی بھی ہے کہ جس کے ناظم جداگانہ اور صدر مخلوط انتخاب کے حامی ہیں۔ یہ جماعت لاہور میں کچھ اور کہتی ہے اور کراچی میں کچھ اور۔ جہاں تک ملک کی اکثریت کا تعلق ہے وہ جداگانہ انتخاب کی حامی ہے۔

اب جبکہ یہ مسئلہ قومی اسمبلی کے سامنے ۸۔ اکتوبر کو ڈھاکہ میں پیش ہونے والا ہے ہم اراکین مرکزی اسمبلی پر واضح کئے دیتے ہیں۔ کہ قوم کی اکثریت جداگانہ انتخاب پر مصر ہے اگر مشرقی پاکستان میں چند اشخاص مخلوط انتخاب کے حامی ہیں تو ان کی رائے کو تمام قوم کی رائے پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ ہمیں امید ہے کہ قومی اسمبلی رائے عامہ کا احترام کرتے ہوئے جداگانہ انتخاب کے حق میں فیصلہ کرے گی۔

شیعہ سُنّی اختلاف

فروعات میں اختلاف اسلام کی ابتدا ہی سے چلا آرہا ہے۔ اور حضورؐ نے اس کو رحمت قرار دیا ہے۔ ہر ایک مکتب خیال کو سلامت روی اور راست گفتاری کی حدود میں رہتے ہوئے اپنے اپنے نظریہ کے پرچار کی بھی اجازت رہی ہے۔ مسلمانوں کے دو فرقے سُنّی اور شیعہ بہت قدیم ہیں اور وہ ایک دوسرے کے نظریات۔ رسم و رواج اور طور و طریق سے بخوبی واقف ہیں یہ بھی مسلّم ہے کہ اگر نیت درست ہو اور دوسرے فرقے کی دل آزاری نہ ہو تو نہایت آسانی اور آزادی سے اپنے خیال کے مطابق دونوں فرقے اپنے اپنے مسلک پر چل سکتے ہیں۔ اس طرح دوسرے فرقہ کی مداخلت دباؤ یا زیادتی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن چند ماہ سے ایک فرقہ کے لوگ اپنی رسوم کو اس طرح ادا کرتے ہیں کہ دوسرے فرقہ کی صریحاً دل آزاری ہوتی ہے۔ چونکہ اس قسم کے متعدد واقعات رونما ہو چکے ہیں اس لئے دوسرے فرقہ کا یہ اعتراض باور کرنا پڑتا ہے کہ یہ سب کچھ حکومت کے ایما اور حوصلہ افزائی پر ہوتا ہے۔ ورنہ اس فرقہ کو اقلیت میں ہوتے ہوئے جرأت ہی نہیں ہو سکتی کہ ایسا اقدام کرے اگر فی الواقعہ یہ الزام درست ہے۔ تو اس سے خطرناک نتائج پیدا ہونے کا اندیشہ ہے ان کی روک تھام کرنا حکومت کا فرض ہے۔ وزیر ہو یا کوئی بڑا عہدہ دار یا سیاسی رہنما، کسی کو قطعاً اس بات کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے کہ وہ فرقہ وارانہ منافرت پھیلائے اور دوسرے فرقہ کے جذبات سے کھیلے۔ اس سے ایک تو حکومت کے خلاف بد اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ اور دوسرے فرقوں میں باہمی تصادم ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس کے علاوہ ہر فرقہ کے معتدل مزاج لوگوں کا بھی فرض ہے کہ وہ شرارت پسند عناصر سے سادہ لوح عوام کو بچائیں۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ سُنّی اور شیعہ دو فرقے ہیں ان میں سے ایک کی غالب اکثریت ہے اور دوسرے کی اقلیت۔ دونوں کے ذمہ علیحدہ علیحدہ فرائض ہیں۔ اقلیت پر احتیاط رواداری کا فرض عائد ہوتا ہے اس کو چاہیئے کہ اکثریت کو مشتعل ہونے کا موقعہ نہ دے۔ اور اکثریت کے ذمہ اقلیت اور اس کے حقوق کی حفاظت ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ان اصولوں پر عمل کرتے ہوئے دونوں فرقے آپس میں صلح و آشتی سے رہ سکتے ہیں۔

کفن دزدے چند

پہلی عالمگیر جنگ کے بعد یورپی اقوام اور امریکہ والوں نے آئندہ جنگ کو روکنے اور دُنیا میں امن قائم کرنے کے لئے لیگ آف نیشنز قائم کی۔ اس کے قیام کی جو غرض و غایت تھی وہ تو پوری نہ ہوئی البتہ یہ بڑی بڑی حکومتوں کی ہوس ملک گیری کا ایک آلہ کار بن گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ اپنی موت آپ مر گئی۔ اسکے متعلق علامہ اقبال مرحوم نے خوب فرمایا ہے

من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند

بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

دوسری عالمگیر جنگ کے بعد اقوام متحدہ معرضِ وجود میں آئی۔ اس کے قیام کا بھی وہی مقصد ہے جو اس کی پیشرو لیگ آف نیشنز کا تھا۔ اس کی مختصر تاریخ حیات نے دُنیا پر یہ واضح کر دیا ہے کہ اس میں تین بڑوں کی اجارہ داری ہے۔ وہ جس مسئلہ کو جس وقت چاہیں حفاظتی کونسل کے سامنے پیش کر کے اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کروا سکتے ہیں۔ کوریا کے متعلق امریکہ نے اقوام متحدہ سے اپنے حق میں فیصلہ صادر کروا لیا۔ لیکن کشمیر کا مسئلہ ۶-۷ سال سے معرض التوا میں پڑا ہوا ہے۔ نہر سویز کا سوال جھٹ ایجنڈے پر آگیا۔ لیکن الجزائر میں فرانس کے مظالم کو روکنے کی تجویز مسترد کر دی گئی۔ انصاف کا اس طرح کیوں خون کیا جا رہا ہے؟ اس لئے ہے کہ اس وقت دُنیا کی قیادت ان تین بڑوں کے ہاتھوں میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۱- صفر ۱۳۷۶ھ ۲۸- ستمبر ۱۹۵۶ء

خدا تعالےٰ اور رسولِ خدا کی طرف سے مُسلمان کی ذمہ داری

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور

برادران اسلام - آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے - اس کے ذمہ کوئی نہ کوئی ذمہ داری ڈال دی ہے - خواہ وہ ذمہ داری کا فرض اس سے بلا ارادہ صادر ہو - یا بارادہ کرے - مثلاً معدنیات سے جتنی چیزیں برآمد ہوتی ہیں - مثلاً لوہا - تانبا - پیتل - سونا - چاندی وغیرہ اللہ تعالےٰ نے ہر ایک دھات میں علیحدہ خاصیت رکھی ہے - خواہ وہ خاصیت اس سے بارادہ ظاہر نہیں ہوتی - مگر ظاہر وہی خاصیت ہوتی ہے جو اللہ تعالےٰ نے اس کے اندر پنہاں رکھی ہے - علیٰ ہذا القیاس نباتات - اللہ تعالےٰ نے ہر ایک نبات میں علیحدہ تاثیر رکھی ہے - جو اسی نبات سے حاصل ہو سکتی ہے - اور کسی سے نہیں - اسی خاصیت کو ذمہ داری سے تعبیر کیا جاسکتا ہے - اس کے بعد حیوانات کا نمبر آتا ہے - اللہ تعالےٰ نے ان کے ذمہ بھی علیحدہ علیحدہ ذمہ داریاں ڈالی ہوئی ہیں - مثلاً بھیڑ بکری کو انسان کے لئے دودھ پلانے اور ضرورت ہو تو ذبح کرکے کھانے کے لئے پیدا کیا ہے - گدھے کو بار برداری کے لئے پیدا کیا ہے - ریگستان کی منزلیں طے کرنے کے لئے نہ گدھا کام آسکتا ہے - نہ گھوڑا - ریگستانی منزلوں کو طے کرنے کے لئے فقط اونٹ ہی کام آسکتا ہے - یہی اس کی ذمہ داری ہے - جو انسان کے حکم سے بجا لاتا ہے - اور چٹیل میدان میں تیز رفتار سواری بلکہ سامنے دریا آجائے تو سوار کو پیٹھ پر اٹھا کر دریا کو بھی عبور کر جائے - اس ذمہ داری کا حق ادا کرنے والا فقط گھوڑا ہے

انسان کی ذمہ داری

اے انسان - تو بھی تو سوچ - کہ اللہ تعالےٰ نے تیرے ذمہ کیا ذمہ داری ڈالی ہے - بقول شخصے مصرعہ

تصنیف را مصنّف نکو کند بیاں

مصنّف ہی اپنی تصنیف کا صحیح مطلب بتلا سکتا ہے - چونکہ انسان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالےٰ ہے - اس لئے وہی انسان کی پیدائش کا مطلب واضح کرسکتا ہے - اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝)

(سورہ الذٰریٰت رکوع ۳ پارہ ۲۷)

ترجمہ - اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے - تو صرف اپنی بندگی کے لئے -

اس شاہنشاہی اعلان کا حاصل یہ نکلا - کہ انسان کی ذمہ داری فقط اللہ تعالےٰ کی عبادت ہے - اس کی زندگی کا اصلی نصب العین فقط عبادت ہوگا - اور باقی سب کام اس کے بعد اور اس کے تابع ہونگے - اگر بندگی کے فرائض کے ساتھ نبھ جائیں - تو کوئی مضائقہ نہیں - ورنہ جو اس فرض منصبی میں حارج ہوگا - اور روڑا اٹکائیگا - اسے کاٹ کر پھینک دیا جائیگا -

باپ - بیٹا - بھائی اور رشتہ دار

بھی ہمارے معبود حقیقی کے مخالف ہونگے - تو ان سے بھی تعلق توڑ لیا جائیگا - کیونکہ ہمارے محبوب کا دشمن ہمارا دشمن ہوگا - قرآن مجید میں اس کی شہادت موجود ہے -

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط الآیۃ سورۃ المجادلہ رکوع ۳ پارہ ۲۸

ترجمہ - آپ ایسی کوئی قوم نہ پائینگے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو - اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں - جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں - گو وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں - یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کو اپنے فیض سے قوت دی ہے -

عبدیت کا مکمل دستور العمل

برادرانِ اسلام - جب یہ چیز متعین ہوچکی ہے - کہ انسان کی ذمہ داری عبدیت یعنی بندگی کرنا ہے - لہٰذا اس احکم الحاکمین کی طرف سے انسان کے لئے عبدیت کا نظام الاوقات (پروگرام) بھی نازل ہونا چاہئے تھا - لہٰذا ہمارا ایمان یعنی یقین ہے کہ عبدیت کا مکمل دستور العمل قرآن مجید ہے جس کا اصلی مقام لوح محفوظ ہے - اللہ تعالےٰ نے اپنے حکم سے وہاں سے سارے کا سارا آسمان دُنیا پہ لیلۃ القدر میں نازل فرمایا - اور وہاں سے وقتاً فوقتاً بامر الٰہی جبرائیل علیہ السلام نے ۲۳ سال میں رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لاکر پہنچایا -

قرآن مجید کے دستور العمل ہونے کا اعلان

(۱)

(وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ لا اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ لا اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ج)

الآیۃ سورۃ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸

ترجمہ - یہ برکت والی کتاب ہم نے اُتاری ہے - سو اس کا اتباع کرو - اور ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے تاکہ یہ نہ کہو - کہ ہم سے پہلے دو فرقوں پر کتاب نازل ہوئی تھی اور ہم تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر

تھے یا یہ کہو۔ کہ اگر ہم پر کتاب نازل کی جاتی۔ تو ہم ان سے بہتر راہ پر چلتے۔ سو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح کتاب اور ہدایت اور رحمت آچکی ہے۔

حاصل

اس آیت شریف کا حاصل یہ نکلا کہ قرآن مجید تمام بنی نوع انسان کے لئے یعنی قیامت تک پیدا ہونے والی نسلِ انسانی کے لئے ایک روشن کتاب ایک بہترین رہنما اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے انسانوں کے لئے رحمت مجسمہ ہے۔

انسانوں کی دو قسمیں

مومن اور کافر

انسان کی زندگی کا مکمل دستور العمل (قرآن مجید) نازل ہونے کے بعد انسانوں کی دو قسمیں ہوگئیں۔ ایک مومن (دل سے ماننے والے) دوسرے کافر (ماننے سے کھلم کھلا انکار کرنے والے)

کافروں کی زندگی کا نصب العین

اشاعتِ قرآن مجید میں روڑا اٹکانا

شہادت نمبر ۱

کافروں کی زندگی کا نصب العین یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ سے لوگوں کو ہٹائیں۔ تاکہ وہ بھی جہنم میں جائیں

(وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝)

سورہ الاعراف رکوع ع۵ پارہ ع۸

ترجمہ۔ اور بہشت والے دوزخیوں کو پکاریں گے۔ کہ ہم نے وعدہ سچا پایا۔ جو ہمارے رب نے ہم سے کیا تھا۔ کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدہ کو سچا پایا۔ وہ کہیں گے۔ ہاں۔ پھر ایک پکارنے والا ان کے درمیان پکارے گا۔ کہ ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے)

نمبر ۲

(وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ؕ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝) سورہ الاحقاف رکوع ع۲ پارہ ع۲۶

(ترجمہ۔ اور کافروں نے ایمانداروں سے کہا۔ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو یہ اس پر ہم سے پہلے نہ دوڑ کر جاتے۔ اور جب انہوں نے اس کے ذریعے سے ہدایت نہیں پائی۔ تو کہیں گے یہ تو پرانا جھوٹ ہے۔

حاصل

دونوں شہادتوں کا حاصل یہ نکلا۔ کہ کافر دل سے خود بھی اس دستور العمل حیات انسانی کو نہیں مانتے۔ اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔

قرآن مجید قیامت تک محفوظ رہیگا

اللہ جل شانہٗ کا اعلان ہے۔

(اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

سورہ الحجر رکوع ع۱ پارہ ع۱۴

ترجمہ۔ ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے اور بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

اس کی حفاظت کا طریقہ

یہ ہوگا کہ قیامت تک پیدا ہونے والے اللہ تعالےٰ کے نیک بندے اس آسمانی دستور العمل حیات کو اپنائیں گے۔ اسے اپنا دستور العمل ٹھیرائیں گے۔ اسی پر عمل کرتے ہوئے ان کی زندگی گزرے گی۔ حتّٰی کہ انہیں موت بھی اسی پر چلتے ہوئے آئے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اُمّت کے لئے دنیا اور آخرت کی بہتری کی دعا فرمائی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی امت کے حق میں چند شرائط لگا کر یہ دعا قبول فرمائی تھی۔ ان شرطوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق یہ شرطیں تھیں۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

سورۃ الاعراف رکوع ع۱۹ پارہ ع۹

ترجمہ۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے۔ اور اس کی حمایت کی۔ اور اسے مدد دی اور اس نور کے تابع ہوئے جو اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

حاصل

یہ ہے کہ اس آیت میں ہر مومن کے ذمہ دو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ دین کی اشاعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ہاتھ بٹائے اور حتی الامکان اس کی اشاعت میں جانی۔ مالی۔ علمی ہر قسم کی اعانت کرے۔ اور دوسری یہ کہ خود بھی قرآن مجید کا اتباع کرے مسلمان کا ہر عمل حیات قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق ہی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا سب سے بڑا فرض منصبی اشاعت قرآن مجید ہی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

سورۃ المائدۃ رکوع ع۱۰ پارہ ع۶

ترجمہ۔ اے رسول جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اُترا ہے۔ اسے پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا۔ تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائیگا۔ بیشک اللہ کافروں کی قوم کو راستہ نہیں دکھاتا۔

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلّم قرآن مجید کی شرح ہیں

لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی اشاعت گویا کہ قرآن مجید کی شرح کی اشاعت ہے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے وہ ارشادات ملاحظہ ہوں۔ جن میں آپ نے اپنی اُمّت کو تبلیغ دین کی تاکید فرمائی ہے۔

پہلی حدیث

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَّاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ

رواہ مسلم۔ ترجمہ۔ ابی سعید خدری سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ جو شخص تم میں کسی خلاف شرع کام کو دیکھے تو اُسے اپنے ہاتھوں سے تبدیل کردے اور اگر ہاتھ سے دُور کرنے کی طاقت نہ ہو تو پھر زبان سے منع کرے۔ اور اگر زبان سے منع کرنے کی بھی طاقت نہ ہو۔ تو پھر دل سے اسے برا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔

دوسری حدیث

عن حذیفۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنہون عن المنکر او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا من عندہ ثم لتدعنہ فلا یستجاب لکم۔ رواہ الترمذی

ترجمہ - حذیفہؓ سے روایت ہے - تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم ہے - جس کے ہاتھ میں میری جان ہے - تم البتہ نیک کاموں کا حکم اور بری باتوں کی مخالفت کرتے رہوگے - یا عنقریب اللہ تم پر عذاب نازل فرمائیگا اور اس وقت تم خدا سے دعا کروگے - اور تمہاری دعا قبول نہیں کی جائیگی -

تیسری حدیث

عن عدی بن عدی الکندی قال حدثنا مولی لنا انہ سمع جدی یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ تعالی لا یعذب العامۃ بعمل الخاصۃ حتی یروا المنکر بین ظہرانیہم وہم قادرون علی ان ینکروہ فلا ینکروا فاذا فعلوا ذلک عذب اللہ العامۃ والخاصۃ رواہ فی شرح السنۃ

ترجمہ - عدی بن عدی کندی کہتے ہیں - کہ ہم سے ہمارے ایک آزاد غلام نے بیان کیا - کہ اس نے میرے دادا کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا - کہ بیشک اللہ تعالے کسی قوم کو اس کے بعض آدمیوں کے گناہوں پر عذاب میں مبتلا نہیں کرتا - جب تک کہ قوم کے اکثر آدمی اس امر کو نہ دیکھ لیں - کہ ان کے اندر خلاف شرع امور کا ارتکاب کیا گیا ہے اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں - پھر جب یہ غفلت کریں گے - تو اللہ عام اور خاص سب کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے -

چوتھی حدیث

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلغوا عنی ولو آیۃ وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ومن کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

(رواہ البخاری)

ترجمہ - عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - میری طرف سے پہنچا دو - اگرچہ ایک آیت ہی ہو - اور بنی اسرائیل کی بات نقل کر لو - اس میں حرج نہیں ہے - اور جس شخص نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے -

حاصل

اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کو دین کا جتنا بھی علم ہو اسے آگے پہنچا دے - اور اگر جان بوجھ کر جھوٹی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کریگا - تو دوزخ میں داخل ہوگا -

مسلمان اور کافر کی زندگی میں حد مشترک

برادرانِ اسلام - ہماری زندگی کا ایک درجہ ایسا ہے - جس میں مسلمان اور کافر میں کوئی فرق نہیں ہے - مثلاً (۱) رزق تلاش کرنا یعنی کمانا (۲) کمانے کے بعد کھانا - پینا پہننا (۳) بیوی لانا اور گھر بنانا (۴) بچے جننا (۵) بچوں کی تربیت کرنا -

اے کلمہ گو مسلمان - اگر تو نے بھی دنیا کی زندگی کے اتنے ہی درجے طے کر کے ختم کر دی تو تم ہی انصاف سے کہو کہ تم نے بہ حیثیت مسلمان ہونے کے کونسا کمال کر کے دکھایا - آؤ تمہیں بتلائیں کہ مذکور الصدر زندگی کے پانچ نمبر طے کرنے کے بعد مسلمان کی زندگی کا خصوصی دور شروع ہو جاتا ہے -

مسلمان کی زندگی کے خصوصی فرائض

دو ہیں (۲)

پہلا - قرآن مجید کے احکام کی تعمیل کرنا جس کا ذکر گذشتہ سطور میں آپ (واتبعوا النور الذی انزل معہ) میں سن چکے ہیں - دوسرا ارشاد نبوی ہیں (بلغوا عنی ولو آیۃ) کا حکم سن چکے ہو - لہذا اگر آپ قیامت کے دن اللہ تعالے کے دربار میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سرخرو ہو کر جانا چاہتے ہیں - تو یہ دو فرض پوری ہمت سے ادا کیجئے -

نمبر ۲ کے فرض ادا کرنے میں

میری خدمت

برادران اسلام اور معزز خواتین اگر آپ دین الٰہی کی اشاعت میں اس گنہگار سے خدمت لینا چاہیں تو مجھے اس کام کے لئے حسب توفیق روپیہ دیں - جو روپیہ جس مرد یا عورت کی طرف سے آئیگا - انشاء اللہ تعالے اس کی رقم سے دین الٰہی کی اشاعت کے سلسلہ میں جو خدمت انجام دونگا - ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ اطلاع دونگا - کہ آپ کی رقم کو میں نے فلاں جگہ صرف کیا ہے - اور یہ چیز میری صوابدید پر چھوڑ دیجئے - کہ اس مد کی رقم کس کس موقعہ پر خرچ کرنی چاہیئے - جن احباب نے کل کو میرے انتخاب پر اعتراض کرنا ہے وہ مجھے ہرگز کوئی رقم نہ دیں -

دعا

اللہ تعالے سے سب بھائی بہنوں کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ ہمیں اپنے قرآن مجید کی تابعداری کی توفیق عطا فرمائے اور چودھویں صدی ہجری سے پندرھویں صدی ہجری میں اس سچے دین کے منتقل ہونے میں ہمیں بھی حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین -

تصحیح

۲۸ - ستمبر ۱۹۵۶ء کے شمارہ میں خطبہ جمعہ صفحہ ۶ کی آخری سطر میں سے پریس کی غلطی سے کچھ الفاظ بالکل اڑ گئے ہیں - قارئین کرام آخری چند سطور کی یوں تصحیح فرمالیں -

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالے کے عذاب سے بچنے اور بہشت میں داخل ہونے کی کوشش ہر انسان کو خود کرنی پڑے گی - ہاں اللہ تعالے کی رحمت سے یہ ہو سکتا ہے کہ بہشت میں داخل ہونے کے بعد کسی کو اپنے بزرگوں کے مرتبہ پر پہنچا دے - وما ذلک علی اللہ بعزیز وما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط المستقیم -

مورخہ ۲۰ ظفر المظفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

اصلاحِ حال

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس ان احباب کے لئے منعقد کی جاتی ہے جو حلقۂ بیعت میں شامل ہیں۔ ان کی روحانی تربیت میرے ذمہ فرض ہے۔ اس لئے ان کی رہنمائی کے لئے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ تاکہ قیامت کے دن اگر اللہ تعالےٰ مجھ سے پوچھیں کہ جن کو میں نے تیرے دامن سے وابستہ کیا تھا تو نے ان کو کیا سکھلایا تھا تو میں عرض کر سکوں کہ اے اللہ **مجلس ذکر** ملاحظہ فرما لیجئے۔ منبر پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اُمّت کو پیشِ نظر رکھ کر کچھ عرض کرتا ہوں اور اس مجلس میں صرف حلقۂ بیعت والوں کو۔ دوسرے احباب بھی آتے ہیں۔ ع

"چشم ما روشن دل ما شاد"۔ میری آج کی تقریر کا عنوان ہے۔ **اصلاح حال**

بیعت کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اس دنیا میں اصلاح ہو جائے۔ اگر یہاں نہ ہوئی تو قبر میں کرنی پڑے گی۔ اگر وہاں بھی نہ ہوئی تو خطرہ ہے۔ کہ دوزخ میں کرنی پڑے گی۔ اصلاح دو طرح کی ہوتی ہے۔ ۱۔ اصلاحِ حال۔ ۲۔ اصلاحِ قال۔

اکثریت دونوں سے محروم ہے۔ نہ ان کی اصلاح حال ہوئی ہے۔ اور نہ اصلاحِ قال۔ ان کو بات کرنے کی بھی تمیز نہیں۔ اس میں دیہاتی اور شہری اَن پڑھ شامل ہیں۔ اگر کوئی تعلیم یافتہ شہری دیہات میں چلا جائے تو اس کی طبیعت مکدر ہو جائے گی۔ اکثر دیہاتیوں کا تکیہ کلام ہی گالی ہوتا ہے۔ وہ پہلے گالی دیتے ہیں اور پھر بات کرتے ہیں۔ ان کی اصلاح قال بھی نہیں ہوئی۔ میرا بڑا لڑکا مولوی حافظ حبیب اللہ آج کل مدینہ منورہ میں ہے۔ وہ سات ماہ مدینہ منورہ اور تقریباً پانچ ماہ مکہ معظمہ میں رہتا ہے۔ وہ ابھی دیوبند میں پڑھ رہا تھا۔ اور ۱۲ سال کا ہی تھا کہ اس کے لئے بعض رشتے آنے لگے۔ دیہات سے بھی آئے۔ اس نے اس لئے انکار کر دیا کہ دیہاتی لڑکیوں کو بات کرنے کی بھی تمیز نہیں ہوتی۔ اکثر دیہاتی وہ مغلظ گالیاں بکتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ ماں بہن کی گالیاں بلا تکلف دیتے ہیں۔

اب تعلیم یافتہ کی طرف آیئے۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ طرز قدیم کے تعلیم یافتہ۔ یہ ہمارے مدارس عربیہ کے علمائے کرام ہیں۔ ۲۔ طرز جدید کے تعلیم یافتہ۔ یہ بی اے اور ایم اے ہیں۔ ان دونوں کی اصلاح قال تو کچھ ہو جاتی ہے۔ مگر اصلاح حال ان کی بھی نہیں ہوتی۔ اگر ان سے کوئی ملنے آئے تو بڑے مہذب انداز سے باتیں کریں گے۔ مزاج شریف۔ تشریف لایئے۔ آپ کیا نوش فرمائیں گے۔ بوتل یا چائے۔ یہ اصلاح قال ہے۔ لیکن اصلاح حال میں یہ بھی کورے وہ بھی کورے۔ عوام کا وہ درجہ ہے اور خواص کا یہ درجہ ہے۔ قال اور چیز ہے اور حال اور چیز ہے۔ جیسے کسی نے کہا ہے۔ ع

آدمیت اور شے ہے۔ آدمی ہے اور شے

لاکھ طوطے کو پڑھایا پھر بھی حیواں ہی رہا

اس کے بعد اب میں اصلاح حال کے درجے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے تین درجے ہیں۔

۱۔ ادنیٰ۔ ۲۔ متوسط۔ ۳۔ اعلیٰ۔

ادنیٰ درجہ تو یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو بعبادت اور مخلوق خدا کو بخدمت راضی کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا آسان ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔ (ترجمہ) گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے۔ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔) ایک دفعہ صدق دل سے استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ کہا اور سب گناہ معاف ہو گئے۔ زبان سے بھی کہنے کی ضرورت نہیں۔ صرف ندامت اور پشیمانی ہی کافی ہے۔ اس لئے حضور فرماتے ہیں:۔

اَلنَّدَامَةُ تَوْبَةٌ۔ ترجمہ۔ ندامت توبہ ہے

توبہ کی قبولیت کے لئے تین شرطیں ہیں:

۱۔ گناہ کرنے کے بعد دل میں ندامت پیدا ہو۔ ۲۔ آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا عزم مصمم کرے۔ ۳۔ اس گناہ سے فوراً دستبردار ہو جائے۔ یہ تینوں شرطیں ہوں تو زبان سے بھی توبہ کا لفظ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالےٰ بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف فرما دیتے ہیں۔ لیکن مخلوق خدا کو راضی کرنا بہت مشکل ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر ہم برادری کو اپنی ران کے کباب بھی بنا کر کھلائیں گے۔ تو بھی راضی نہ ہوں گے۔ کوئی کہے گا۔ نمک زیادہ تھا۔ کوئی مرچوں کی شکایت کریگا۔ ان سے پوچھ کہ اگر اللہ تعالیٰ جنت میں بھجواتے تو کسی کو نہ جانے دیتے۔ یہ تو چیختے ہی رہیں گے کہ اے اللہ تو نے فلاں شخص کو کیوں جنت میں بھجوا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ مجھے پتہ ہے۔ یہ بے قدر ہے۔ برادری کو راضی کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان سے اپنا حق مانگئے نہ اور ان کا حق رکھئے نہ۔ اس طرح کرنے سے انشاءاللہ نجات ہو جائے گی۔ حضورؐ فرماتے ہیں

لیس الواصل بالمکافئ ولکن الذی اذا قطعت رحمہ وصلہا

اس ارشاد نبوی کے ماتحت یہ صلہ رحمی نہیں کہ جو ہمیں بلائے گا ہم اس کو بلائیں گے۔ برادری کو راضی کرنا اتنا ہی مشکل ہے۔ جتنا کہ ایک بگڑے ہوئے بچہ کو راضی کرنا مشکل ہے۔ ایک قصہ مشہور ہے۔ کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر اعظم کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ دربار میں بادشاہ کے آنے سے پہلے موجود ہوا کرے۔ ایک دن وزیر اعظم دیر سے آئے۔ بادشاہ نے وجہ پوچھی تو وزیر اعظم نے عرض کی کہ بچہ کو بہلانے میں دیر ہو گئی۔ بادشاہ

نے کہا کہ یہ بھی کوئی مشکل کام تھا۔ وزیر اعظم نے کہا کہ اچھا میں بچہ بنتا ہوں۔ آپ مجھے راضی کرکے دکھلائیں۔ وزیر اعظم بچہ بن کر رونے لگا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا چاہیئے تو اس نے جواب دیا لوٹا چاہیئے لوٹا آ گیا۔ لیکن رونا جاری رہا۔ دوبارہ پوچھا تو ہاتھی مانگا۔ ہاتھی بھی آ گیا۔ لیکن رونا پھر بھی بند نہ ہوا۔ جب پھر پوچھا گیا کہ اب کیا چاہیئے۔ تو کہنے لگا کہ ہاتھی کو لوٹے میں ڈال دو۔ بادشاہ ہار گیا۔ اور وزیر اعظم جیت گیا۔ بچے کو راضی کرنا کتنا مشکل ہے۔ چہ جائیکہ بڑے کو وہ تو اور بھی مشکل ہے۔ پیغمبر سے بڑھ کر نیک کوئی نہیں ہوتا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السّلام میں سے ایک بھی ایسا نہیں۔ جس کو اس کی برادری نے نہ ستایا ہو۔ سیدالانبیاءؐ کو ستاتے ہیں۔ کوئی شاعر، کوئی جادوگر، کوئی پاگل کہتا ہے۔

یہ ادنیٰ درجہ ہے کہ خالق کو بعبادت اور مخلوق کو بخدمت راضی کیا جائے۔ اگر اللہ اللہ کرنے والی جماعت میں شامل ہونے کے بعد یہ بھی نہ ہوا تو سمجھئے کہ فیل ہیں گویا میٹرک تو درکنار مڈل اور پرائمری بھی پاس نہ کر سکے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔

الاثم ما حاك فی النفس (ترجمہ گناہ وہ ہے جو نفس کو چبھے)

بلاہادی کے بھی سمجھ میں آتا ہے۔ کہ یہ گناہ ہے۔ یہ تو حضورؐ کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالےٰ کا بھی فرمان ملاحظہ ہو۔ فالھمھا فجورھا۔ وتقوٰھا (سورہ الشمس پارہ ۳۰) (ترجمہ پھر اس کو اس کی بدی اور نیکی سمجھائی)

انگریز نے پنجاب میں سانسی قوم کو جرائم پیشہ قرار دیا تھا۔ ان کے ہاں نہ کوئی نبی آیا۔ نہ کوئی آسمانی کتاب۔ لیکن وہ بھی جب چوری کرنے کے لئے جاتے تھے تو رات کو جاتے تھے۔ چوری کو بُرا سمجھتے تھے تو رات کو کرتے تھے۔

ہم دس ہزار مرتبہ اَللّٰہ ھُوْ بھی کریں۔ نماز باجماعت پڑھیں۔ حج ہر سال کریں۔ زکوٰۃ پائی پائی گن کر دیں۔ لیکن اگر رشتہ داروں سے سلوک اچھا نہیں تو ان سب نیکیوں کا فائدہ بعد میں ہوگا۔ پہلے قطع رحمی کے جرم میں جہنّم میں ڈالا جائے گا۔ جس طالب علم نے نہ پرائمری پاس کی ہو۔ نہ مڈل۔ وہ اگر میٹرک کے سوال نکالنے بیٹھ جائے تو ہر شخص اس کی حماقت پر ہنسے گا۔ اسی طرح یہاں بھی ہے۔ اگر اصلاح حال ادنےٰ درجہ کی بھی نہیں ہوئی تو پھر سب کچھ بے کار ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ پُل صراط میں ایسے کنڈے ہیں جو رشتہ داروں سے صلہ رحمی نہ کرنے والوں کو کھینچ کر جہنم میں پھینک دیں گے سب کچھ کر لیجئے۔ سب کچھ سیکھ لیجئے۔ اگر رشتہ داروں سے سلوک اچھا نہیں۔ تو ایک دفعہ تو جہنّم میں جانا ہی پڑے گا۔ سمجھانا میرا فرض ہے۔ عمل میں لانا آپ کا فرض ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو پہلا درجہ اصلاح حال کا نصیب فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

درجہ نمبر ۲ یہ ہے کہ کامل کو دیکھ کر ہی خدا یاد آ جائے۔ اگر اپنی آنکھوں میں بینائی ہے اور سُورج کا خارجی نور تائید کرے۔ تو سب کچھ نظر آتا ہے۔ لیکن اندھے کے لئے سُورج کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے کیونکہ اس کی اپنی آنکھوں میں بینائی نہیں یہ درجہ بھی ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتا۔ لوہا آگ میں ڈالا جائے تو کچھ دیر بعد وُہ آگ ہی ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی گرمی کو ہر جاندار محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح اپنا نور فطرۃ سلامت ہو تو کامل کو دیکھ کر خدا یاد آئے گا۔ خیار عباد اللہ اذا راو ذکر اللہ (حدیث) (ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ بندے وہ ہیں جب ان کو دیکھا جائے تو خدا یاد آ جائے) اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو یہ درجہ بھی نصیب فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ یہ درجہ بھی ہر شخص کو نصیب نہیں۔ تاثیر اور تاثر دو لفظ ہیں۔ تاثیر کے معنے ہیں اثر کرنا اور تاثر کے معنی ہیں اثر لینا۔ اپنے اندر دوسروں کو متاثر کرنے کی طاقت نہیں نہ سہی۔ اگر کامل کو دیکھ کر اس سے اثر لیتا ہے تو یہ بھی ایک درجہ ہے اصلاح حال کا۔ جیسے بجلی کی کرنٹ جب آتی ہے اگر بلب ٹھیک ہو تو وہ فوراً اس کو اخذ کر لیتا ہے۔ اگر یہ درجہ بھی نصیب نہیں تو سمجھئے۔ کہ ابھی نیچے درجہ میں ہی ہیں۔

اعلےٰ درجہ یہ ہے کہ باطن میں ایسا جلا پیدا ہو جائے کہ دیکھنے والے اس سے متاثر ہوں۔ اس کی صحبت میں ان کے اندر نورِ باطن پیدا ہو۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر دس ہزار طالب بیٹھے ہوں۔ بشرطیکہ کچھ تربیت یافتہ بھی ہوں اور ان کے درمیان کامل تشریف فرما ہو۔ اگر کامل ایک دفعہ اَللّٰہ ھُو کہے گا۔ تو سب کے دلوں پر اس کا اثر ہوگا۔ یہ اونچا درجہ ہے۔ اللہ ہُو کے پاک نام کی برکت سے یہ چیز پیدا ہو جاتی ہے۔

تیسرے درجے کے بعد پھر غیر تناہی درجے ہیں۔ ان کی تفصیل میں میں جانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہ وجدانی چیزیں ہیں۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں۔ فَوْقَ کُلِّ وَلِیٍّ وَلِیٌّ فَوْقَ کُلِّ وَلِیٍّ وَلِیٌّ۔ نِہَایَۃَ لِمَدَارِجِ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ (ترجمہ۔ ہر ولی کے اوپر ایک ولی ہے۔ اولیاء کرام کے مدارج کی کوئی انتہا نہیں)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو تینوں درجوں کی اصلاح نصیب فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے اعلان سے ایک دن پہلے

اِبلیس کی مجلسِ شوریٰ

قسط سوئم

(از جناب ماسٹر لال دین صاحب آخگر شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ)

سکولوں اور کالجوں کا انچارج: صدرِ مکرم معزز حاضرین! میری سابقہ کارکردگی محتاجِ تعارف نہیں۔ نوجوان طبقے کو خوگرِ عیش و عشرت بنانا میرے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ لہٰذا آپ مجھے معاف فرمائیں اگر میں یہ کہنے کی جسارت کروں کہ ہمارے محترم آقا کا خواب سوءِ ہضمی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ جس نظام کو انہوں نے پاکستان کے تمام شعبوں میں جاری و ساری دیکھا ہے وہ تو آج سے پہلے کوئی چودہ سو برس کی بدوی تہذیب کا ایک لایعنی نقشہ تھا۔ اس روشنی کے زمانے میں کون ایسا جاہل ہے۔ جو اپنی شخصیت کو یوں گرا دے کہ شاہی ملبوسات (ہیٹ۔ پتلون اور ٹائی وغیرہ) کو اُتار کر باوا آدم کی پہلی پوشش پر آ جائے۔

کیا خواب میں دیکھا گیا ہے کہ تعلیمی اداروں کے نوجوان سادگی پسند ہو گئے ہیں؟ الامان للعجب! کیا کبھی یہ بات ممکن ہو سکتی ہے کہ ہماری موجودہ پیداوار کے اذہان میں کوئی شخص یہ چیز پیدا کر دے۔ کہ وہ رات دن کی کنگھی پٹی۔ بھڑکیلے رنگ کی بوشرٹ۔ پھولدار ٹائی۔ کنگ ہیٹ۔ روزانہ پالش اور حجامت اور علاوہ ازیں پاؤڈر اور سُرخی کا استعمال چھوڑ دیں۔ اور اس کی جگہ سپاہیوں کی طرح قیدیوں والا بوجھل لباس پہن لیں۔ یاد رہے ع

این خیال است و محال است و جنوں

اگر سکولوں اور کالجوں میں رہ کر نوجوانوں کے امیرانہ ٹھاٹھ میں فرق آ جائے تو کل کو اور کونسی سوسائٹی ہے جس میں یہ لوگ اپنی عمر کے لحاظ سے اپنی آن بان قائم رکھ سکیں گے۔ عزت اسی میں ہے کہ طالب علم غریب ہو یا غریب اپنے ساتھیوں کی ہمسری کا ہر موقعہ پر خیال رکھے۔ خوراک میں لباس میں اور کم از کم سنیما گھروں کے طواف میں کسی وقت بھی کسی سے پیچھے نظر نہ آئے۔ اسلامیہ جمہوریہ کا مطلب اگر جوانی میں مسکراتے ہوئے چہروں کو جنسی رغبتوں سے دُور رکھنا ہے تو ارباب حکومت سُن لیں۔ کہ کالجوں کے امتحانات کے نتائج خواہ 20% سے بھی کم آئیں۔ مگر ہمارے رنگیلے اور بانکے نوجوانوں کو چکلوں کی زیارت سے کوئی چیز باز نہیں رکھ سکتی۔ کیونکہ جب جوان مرد و زن میں قوّت شہوت موجود ہے تو اس کی تسکین کے اسباب کی طرف رجوع کرنا کیسے معیوب ہو سکتا ہے

"ابلیس"

مرحبا! مرحبا! آج کے بچّے کل کو افرادِ قوم بنیں گے۔ اگر ان کی تربیت ہمارے پسندیدہ انداز پر ہوئی تو عادات کی پختگی کے بعد ان کو کوئی چیز بھی ہماری نافرمانی پر آمادہ نہیں کر سکتی۔ مستقبل کی ساری اُمیدوں کے بر آنے کا سہرا فقط آپ ہی کے سر پر ہوگا۔ میری تجویز تو یہ ہے کہ اگر ہمارے اداروں کے طلبہ کو اُن کے والدین اسلامی دستور کا پابند کرنے کی کوشش کریں تو وہ سارے کے سارے مل کر بھوک ہڑتال کر کے اپنے والدین کو ڈرا لیا کریں۔ بلکہ مجھے تو امید ہے کہ نوبت یہاں تک نہیں پہنچے گی۔ کیونکہ اُن کے سرپرست بھی ہمارے ہی وفاشعاروں میں سے ہیں۔ یاد رکھئے۔ کالج کی فضا میں ناول۔ ڈرامے۔ لچر پوچ لٹریچر اور باقی قسم کی خرافات کو عام کر دیجئے۔ جلسے۔ تقاریر۔ بحث و تمحیص اور مکالمے ایسے ایسے عنوانات پر ہوں جن میں اسلام کی توہین و تضحیک کے پہلو نکلیں۔ مُلّا ازم کی پھبتیاں اُڑائی جائیں۔ قرآنی حقائق اور روایات کو دفتر پارینہ سمجھ کر ہاتھ تک نہ لگایا جائے۔ ایکٹروں اور رقاصوں کی زندگی کو ہر لحاظ سے ہر دلعزیز بنانے میں کوئی دقیقہ فردگذاشت نہ کیا جائے تاش۔ شطرنج اور بال روم کی حاضری کو کہہ کر دستور العمل بنایا جائے۔

دیکھئے ظالم اکبر الہ آبادی نے میری ایک پُرانی تجویز پر ان الفاظ میں پھبتی اُڑائی ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ اُس نے سچ کہا ہے ؎

یوں قتل سے بچّوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

بچّوں کے قتل سے فی الواقع اُتنا فائدہ نہیں ہُوا تھا۔ جتنا فائدہ کالجوں کی الحاد آموز تعلیم سے ہُوا ہے۔ مُلّا، جاہل مُلّا ہزار قرآن کی آیات پیش کریں ہمارے پروردہ قہقہہ لگا کر آگے گزر جاتے ہیں۔ برکلے۔ میکالے۔ روسو۔ جان ڈیوی کے نظریات کو الہامی کتب پر ہر کالج میں ترجیح دی جاتی ہے اور پھر یہ اثر اتنا دیرپا ہوتا ہے۔ کہ تا دمِ واپسیں اس میں ذرّہ بھر تذبذب پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اور پھر ان لوگوں سے ہی ہم علّامہ چُن چُن کر ظلّی بروزی نبوّت اور برخود غلط مُجدّدیّت کے لئے تیار کرتے ہیں۔ خیر! آپ اپنے پروگرام کی تکمیل میں بڑے مشّاق ہیں۔ میں آپ کی حسن کارکردگی کی داد دیتا ہوں۔ اور آئندہ بھی آپ کی مخلصانہ خدمات سے ہمارے مشن کی ہزاروں توقعات وابستہ ہیں۔

(ابلیس کا چہرہ تمتما رہا ہے۔ حاضرین جلسہ میں ایک خوشی کا عالم ہے۔ ابلیس ہر انچارج کی تقریر پر ایک جرأت بخش مگر مختصر سا تبصرہ کرتا جاتا ہے)

چکلوں کا انچارج

صدرِ محترم و حاضرین جلسہ! تعلیمی اداروں کے انچارج صاحب نے صاحب صدر کے خواب کو سوءِ ہضمی کا نتیجہ سمجھا۔ مگر میں اس کو اپنے بھائی کی کم فہمی سے تعبیر کروں گا وہ ہستی جو آدمؑ کی پیدائش سے پہلے عالمِ وجود میں آئی۔ جس نے اپنی زندگی میں میں لاکھوں پیغمبروں سے ٹکر لی۔ جس نے نسلِ انسانی کے بے شمار انقلابات اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ جس کو لامحالہ اُستاد کل تسلیم کرنا چاہیئے اور پھر پاسِ ادب کا تقاضا ہے۔ اور حسنِ عقیدت کا منشا ہے کہ ہم اُس کے خواب و خیال کو بھی وحی و الہام کے ہم پلّہ سمجھیں۔ خیر کچھ بھی ہو

خطائے بزرگاں گرفتن خطا

والے مقولے پر ہمیں عمل پیرا رہنا چاہیئے۔ اور آئندہ کسی حالت میں بھی اپنے بزرگوں پر اس طرح آزادانہ زبان درازی نہیں کرنا چاہیئے۔

آپ کو حقیقتِ حال سے پوری آگاہی ہے کہ پاکستان کا وجود لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کی برکت سے عالمِ ظہور میں آیا ہے۔ لہٰذا

اس میں بسنے والی قوم دُنیا کی باقی قوموں سے زیادہ سنگ دل - متعصب - خونخوار اور اپنے پیغمبرؐ کے اشاروں پر مر مٹنے والی ہے کیا آپ لوگوں نے مسلمانوں کی تاریخ کو فراموش کر دیا ہے؟ کیا ان کی خونیں داستانیں بُھلا دینے کے قابل ہیں؟ سُنئے - اِن مسلمانوں کے پیغمبرؐ نے نکاح کی رسمِ بد عرب والوں میں پختہ کر کے انسانی شباب کی اُوباشانہ رنگ رلیوں کو بکسر ختم کر دیا - ستم بالائے ستم - اعلان کیا گیا کہ جو شخص ہمارے حکم کے خلاف عمل کرتا ہُوا پایا گیا - اُس کو درّوں کی مار اور بعض حالات میں سنگسار کیا جائیگا - اور پھر عورت جیسی صنفِ نازک پر بھی رحم نہ آیا - اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ الخ تاموئین

(سورہ نور رکوع ۱ پارہ ۱۸)

یہی وہ ظالم اور خونخوار امت ہے - جس کے خلیفہ دوم نے اپنے لختِ جگر کو عین جوانی کے عالم میں کچھ ایسے ہی فعل کے ارتکاب پر درّوں سے ہلاک کر دیا - الامان - صدہزار بار الامان میں نے اپنی قوم کے بڑے سے بڑے شیطان کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں کی سفاکیوں سے تھر تھر کانپ اُٹھتا ہے - ہم تو کسی شمار میں نہیں ہمارے صدرِ محترم جیسے کہنہ مشق اُستاد ان کے خلیفۂ دوم عمرؓ سے اس قدر خائف تھے کہ وہ جن بازاروں سے گزرتا تھا یہ اُس کی جلّادانہ نگاہوں سے بچنے کے لئے اُن گلیوں کو چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے - خیال کیجئے کہ لاکھوں جوان مرد و زن زنا و لواطت جیسی رُوح پرور رسم سے محروم رکھے جاتے تھے - اور جہاں جہاں ان لوگوں کا بس چلتا رہا - انہوں نے ہر جگہ اور ہر زمانے میں اس ستم کو روا رکھا - خدا خدا کر کے ان کورانہ تقلید کرنے والے متعصب لوگوں سے دُنیا خالی ہوئی - تشدّد کی گھڑیاں گزریں اور حراست کے ایّام ختم ہوئے - تو ہم نے آہستہ آہستہ تہذیب نوی کی طرح ڈالی - جس کی رو سے عورت کو آزادی اور مرد کو بے غیرتی کا سبق پڑھا کر پردے کی جذبات کش رسم سے متنفر کیا - برسوں کی سعی پیہم کے بعد امراء کو زنا اور جبراً عصمت دری میں مستغرق کر کے اور بادشاہوں - وزیروں اور اہلکاروں کو رقص و سرود اور شراب و کباب کا عادی بنا کر عوام کے لئے شہروں قصبوں بلکہ دیہاتوں میں چکلوں کا انتظام کیا چونکہ صاحبِ اختیار طبقہ سب سے پہلے ہماری دعوت کو قبول کرنے والا تھا - لہٰذا انہوں نے عوام کو بھی فحّاشی کی ترویج سے باز رکھنے کی ہرگز کوشش نہ کی -

آج ہماری فتح کا ڈنکا چار دانگِ عالم میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً بج رہا ہے اربابِ حکومت کی آزاد منشی اور فراخ دلی صدہزار تحسین و آفرین کی مستحق ہے کہ اپنی قوم کی دوشیزگان کو چکلوں میں بیٹھنے کی اجازت باقاعدہ لائسنسوں کے ذریعے دیتے ہیں - کسی کی مجال نہیں کہ اُن کی اجازت کے بغیر زناکاری کی دُکان چلائے - اسی حسنِ انتظام کی برکت سے پاکستان بھر میں بازارِ حسن و عشق کی رونق قائم ہے - سینما گھروں میں، سیرگاہوں میں بلکہ تعلیمی اداروں کے بڑے بڑے ہالوں میں ہم فوٹوگرافی کے ایسے ایسے برہنہ مناظر پیش کرتے ہیں - اور ایسے شہوت انگیز سین دکھاتے ہیں کہ بڑے سے بڑا زاہد بھی اگر ان چیزوں کو دیکھ لے تو لٹّو ہو جائے - مقامِ شکر ہے کہ کالجوں کے ساٹھ فیصدی افراد ہمارے قحبہ خانوں کا طواف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں - بعض جگہ قومِ لوط کی عادت کو فروغ دیا جا رہا ہے - حقیقت ہے - میرے مشن کی کامیابی کا سہرا میرے مخلص ساتھیوں کے سر ہے - جو اپنے کام کو ایک مُقدّس فریضہ سمجھ کر سرانجام دیتے رہتے ہیں - مگر باوجود ان سب فتوحات کے ہمیں دشمن سے غافل نہیں ہونا چاہیئے - دشمن کو حقیر جاننا دانشمندی کے منافی ہے - اور پھر جبتک اس اُمّت کے پاس قرآن مجید ہے پیغمبرِ اسلامؐ کے حالات اور اُس کے اصحابؓ کے واقعاتِ زندگی بعض بعض مساجد میں دھرائے جاتے ہیں اور پھر خطرے کی بات یہ ہے کہ حکومت کے کل پرزوں میں بھی بعض دقیانوسی خیال کے لوگ موجود ہیں - جو حجازی نظام کو بنظرِ استحسان دیکھتے ہیں - مگر کسی مجبوری کی بنا پر وقتی طور پر خاموش ہیں - اُس وقت تک ان کی طرف سے مطمئن ہونا اور تغافل برتنا سراسر نادانی ہے - لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم صدرِ مکرّم کے خواب کو خواب سمجھ کر نہ ٹال دیں - بلکہ ایک الہام سمجھ کر اس کی پیشبندی کے لئے مستعد ہو جائیں المختصر مُلّا ازم کا مقابلہ کرتے رہئے - تاکہ اولادِ آدمؑ کو اسی عارضی دُنیا کے نظاروں میں محو و مستغرق کر کے ابدالآباد کے آرام سے محروم رکھا جائے -

آدمؑ کی وجہ سے ہمارے صدرِ محترم کی رسوائی ہُوئی تھی - لہٰذا ہم قیامت تک اُس کی اولاد سے اپنے بابائے ملّت کا بدلہ لیتے رہیں گے -

(تالیاں - نعرہ ہائے تحسین - شور و غل)

ابلیس

آفرین صد آفرین! عزیزم! مجھے اُمیدِ واثق ہے کہ آپ کی کوششوں سے بازارِ حسن کی رونق کو ہمیشہ چار چاند لگتے ہی رہیں گے - انسانی فطرت کا جائزہ لینے والوں پر یہ امر روشن ہے کہ لڑکا ہو یا بُوڑھا - جاہل ہو یا عالم - امیر ہو یا غریب - شہری ہو یا دیہاتی مرد و زن میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ اُس پر شہوت کا بھُوت سوار نہ ہو - اور اگر کسی بدنصیب پر آپ کا اثر نہ ہو - تو یقین کر لیجئے کہ وہ ضرور کسی کھدّر پوش مُلّا کی صحبت کا شکار ہو چکا ہے مگر آپ کا جس جس پر قابو چلے - اُن کے ایمان - اموال اور اولاد کو اپنی شرکت سے مذموم کرتے رہو - تاکہ پروردگار کو اُن کی طرف سے نفرت ہو - اور ادھر میرے دعویٰ کی تائید بھی ہوتی رہے - آپ کو یاد ہے؟ میں نے بڑی جُرأت سے خالقِ اکبر کے سامنے یہ الفاظ کہے تھے (آیات) قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ

ترجمہ (سورہ اعراف شروع)

(ترجمہ - بولا جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے - میں بھی ضرور بیٹھوں گا اُن کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر)

گرلز سکولوں کے اندر بھی گھس جاؤ - پاؤڈر - سُرخی - نیل پالش - انارکلی لفٹی - بنفشئی دوپٹے زیبِ گلو - مشاطگی کے نت نئے انداز - فلمی گیتوں کو حفظ کرنا - اور پھر امتحان میں اُنہی اشعار کی خالی جگہ پُر کرانا - خطوط نویسی اور اچھے اچھے دلربا القاب - رقص و سرود کی مشق اور ایکٹنگ غرضیکہ اُستانیاں طالبات پر اور طالبات اُستانیوں پر سج دھج میں شک کرتی ہوئی نظر آئیں - اور سکول کے لڑکوں بلکہ اُستادوں کو بھی کہدو کہ وہ چھُٹّی کے فوراً بعد گرلز سکول کی چار دیواری کے آس پاس منڈلاتے رہا کریں کیونکہ دونوں جنسوں کے ارتباط کا یہ ایک سنہری موقعہ ہے - میری تو دلی تمنّا ہے کہ مخلوط تعلیم کے مدرسے عام ہو جائیں تاکہ پاکستان کی چھوٹی چھوٹی جانوں کو انتظار و فراق کے صدمے برداشت نہ کرنے پڑیں -

مذہب کا انچارج

حضرات! میرے کاروبار کی مشکلات

الخشوع والخضوع فی الصلوٰۃ

(از مولینا جار اللہ صاحب خیرپور ٹامیوالی (بہاولپور)

(۳)

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو خدام الدین لاہور۔ مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۵۶ء

تلخیص سبق ——— (۱) اللہ رب العزت نے خاشعین کی تعریف فرمائی۔
(۲) عبادات فعلی میں نماز کو مرکز اور دائرہ کا مقام حاصل ہے۔ جیسے عقائد میں توحید کو۔
(۳) اسلام کہتا ہے عشق الہی کا دوسرا نام خشوع و خضوع ہے۔ جب تک عشق نہ ہو۔ خشوع نہیں حاصل ہوتا۔

خشوع وخضوع کیا ہے؟

خشوع و خضوع اصل میں دل کی نرمی، رقت قلب، قلبی فروتنی، عجز و نیاز، سوز و گداز، درد و کسک، خدائے بزرگ و برتر کی عظمت کے سامنے مسکین، چپ چاپ، ذلیل وخوار اور دبے رہنے کا نام ہے۔

یہ حالت عشق الہی کے منازل طے کرتے وقت اور طے کر لینے کے بعد قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ خشوع و خضوع مترادف المعنیٰ ہیں اگر فرق ہے تو بہت معمولی۔

منتہی الارب میں خضوع کے معنی یوں لکھے ہیں (خضعہ) کہمزہ آنکہ باہمہ کسان فروتنی نماید۔ (منتہی الارب ص۵۱۰) اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۰۱ پر خشوع کے معنی فروتنی کے لکھے ہیں۔ (خشع الرجل خشوعاً) فروتنی کرو اور روح المعانی ص۳/۱۸ پارہ ۱۸ پر علامہ سید محمود آلوسی تحریر فرماتے ہیں۔ "والخشوع التذلل مع خوف وسکون للجوارح"۔

تقسیم الخشوع:۔ خشوع کی دو قسمیں ہیں
۱۔ خشوع قلب ——— ۲۔ خشوع نفاق

خشوع قلب۔ خشوع و خضوع کا اصل مقام مومن کا دل ہے۔

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (سورہ حج رکوع ۶)

ترجمہ۔ ان عاجزی کرنے والوں کو بشارت سنا دو۔ جن کے سامنے خدا کا اسم مبارک لیا جاتا ہے تو ان کے دل جلال وجبروت الہی سے ڈر جاتے ہیں۔

والاصل فی ذالک ان خضوع القلب للّٰہ وتوجھہ الیہ تعظیما ورغبۃ ورھبۃ امر خفی الخ (حجۃ اللہ البالغہ ص۲۰۲)

ترجمہ:۔ فی الحقیقت خشوع قلب اور دل کا تعظیم رغبت اور ڈر سے خدا تعالےٰ کی جانب متوجہ ہونا (دل اندر ہونے کے سبب) بہت خفی ہے۔

اگر دل دولت خشوع سے مالا مال ہو تو پھر انسان کے ایک ایک عضو۔ آنکھ، کان، چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کی حرکت و سکون، حتیٰ کہ آواز اور کلام میں بھی انابت الی اللہ، تواضع للّٰہ اور خشوع و خضوع کی جھلک نمایاں اور صاف صاف معلوم دیتی ہے۔

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (طٰہٰ: ۶ رکوع)
خوف خدا سے آوازیں دب جائیں گی اور پست ہو جائیں گی۔

قال ابن شوذب عن الحسن قال کان الخشوع فی قلوبھم فغضوا لہ البصر

ابن شوذب حضرت حسنؒ سے روایت کرتے ہیں کہ اصل خشوع تو ان کے دلوں میں تھا یہ ان کا ظاہری اثر تھا کہ انہوں نے آنکھیں نیچی کر لیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آیت اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ کے متعلق منقول ہے۔

قال الخشوع فی القلب وان تلین کنفک للمرء المسلم وان لا تلتفت فی صلوٰتک

فرمایا خشوع کا مقام دل (مومن) ہے اور ظاہری اثر یہ ہے کہ تیرا پہلو ہر مسلمان کے لئے آرام دہ اور نرم ثابت ہو اور تیری نماز میں غیر خدا کی جانب التفات اور توجہ نہ ہو۔

حضرت عطاء بن السائب رحمۃ اللہ تعالےٰ بالواسطہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

الخشوع خشوع القلب ان لا تلتفت یمیناً ولا شمالاً۔

خشوع تو فقط وہی ہوتا ہے جو دل مسلم میں ہو۔ لیکن اس کا ظاہری اثر یہ ہو کہ نماز میں تیری توجہ دائیں یا بائیں مبذول نہ ہو۔

خشوع نفاق۔ اسے لفظ تخاشع سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ کہ دل میں خشوع خضوع۔ خلوص اور حقیقی میلان الی عبادۃ اللہ نہ ہو۔ لیکن اعضاء کی بناوٹ، تصنع اور عمداً ڈھیلا پن پیدا کرکے اظہار خشوع للّٰہ کی کوشش کی جائے۔ جیسا کہ آج کل ریاء وسمعہ کے بندے اپنے دجل و خداع اور مکر و فریب کو کامیاب بنانے کے لئے کرتے ہیں۔ بعض علماء سے منقول ہے۔

(۱) استعیذوا باللہ من خشوع النفاق قالوا وما خشوع النفاق قال ان تری الجسد خاشعاً والقلب لیس بخاشع۔

(خدا سے خشوع نفاق کے متعلق پناہ چاہو! پوچھا گیا کہ خشوع نفاق کیا ہے؟ (جواب میں فرمایا) جسم سے خشوع کے آثار ہویدا ہوں۔ لیکن دل دولت خشوع سے یکسر محروم ہو)

(۲) ونظر عمرؓ الی شاب قد نکس راسہ فقال لہ یا ھذا ارفع راسک فان الخشوع لا یزید علی ما فی قلبک

حضرت عمرؓ نے ایک جوان کو (بتکلف) سر جھکائے دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ ارے سر اٹھاؤ! یہ سر (جھکانا) تمہارے دلی خشوع کی زیادتی کا موجب نہیں۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ بتصنع اپنا سر جھکانے مسجد اور مجالس میں جا کر بتکلف اعضاء کی حرکات سے خشوع کا اظہار زیادتی خشوع کا باعث تو کیا الٹا خشوعِ نفاق اور طبیعت میں ریاکاری کا مادہ پیدا کر دیتا ہے جو امراض روحانیہ میں سے ایسی بدترین مرض ہے کہ اس کے ساتھ انسان کسی نیک سے نیک عمل کو پوری جد و جہد اور کوشش سے ادا کرنے کے باوجود بھی اجر خیر کی جگہ خدا کی ناراضگی کا مستوجب ہو جاتا ہے۔

اس قسم کے لوگ حقیقت میں دین اسلام سے بیزار، ناواقف اور حالت تذبذب و تردد میں کہیں دور کنارے پر ہوتے ہیں۔ اگر دجل و فریب اور مکر و خداع کامیاب ہوتا ہوا نظر آیا تو بظاہر حکمبرداری اور تسلیم و رضا کا مظاہرہ کرنے لگے۔ نہیں تو اوندھے منہ فسق و فجور کے گڑھے میں جا گرے۔ دنیا بھی گئی اور دین سے تو پہلے ہاتھ دھو چکے تھے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ

ۦانْقَلَبَ عَلٰی وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ (سورۂ حج رکوع ۲)

لوگوں میں سے جو (دین اسلام سے دور) کنارے
پر (کھڑے ہو کر) بندگی کرتا ہے (اگر
اسے (اس مکر و فریب کے نتیجہ میں
بظاہر) کچھ بھلائی پہنچی تو (مزید اپنی
خداع کو کامیاب بنانے کے لئے
عبادت قدرے اطمینان سے ادا کرنے
لگا۔ اور اگر کچھ مصیبت پہنچی تو اوندھے
منہ فسق و فجور کے گڑھے میں جا گرا
نہ دنیا کا نفع ملا اور نہ دین کا۔۱۲

ایسے مریض (روحانی) کو جلد از جلد اپنا علاج ڈھونڈنا چاہیئے۔ جو فقط علماء ربانیین کی صحبت کاملہ میں حاصل ہو سکتا ہے۔ (والتفصیل سوف یاتی)

بناوٹ اور تصنع سے اظہار خشوع کسی صورت میں جائز اور مستحسن نہیں۔ ہاں اگر غایۃ خشوع و خضوع قلبی کے سبب حرکات و سکنات چال چلن، گفتار و کردار، صورت و سیرت اُٹھنے بیٹھنے اور رہنے سہنے کے طرز و طریق سے انکساری اور عاجزی نمایاں ہو تو اچھا اور محبوب امر ہے۔ فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِيْنَ۔ سورۃ الشعراء رکوع ۱۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ سورۃ الفرقان۔ رکوع ۶۔

رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر
متانت، وقار، سنجیدگی اور دبے پاؤں
چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل
(کوئی جہالت کی بات) کہتے ہیں۔
تو جواب میں صاحب سلامت کہہ دیں۔

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ[1] (سورۃ الفتح رکوع ۴)

تو انہیں دیکھے کہ وہ رکوع اور
سجدہ کی حالت میں خدا کے فضل کی
تلاش کرتے ہیں۔ ان کے چہروں میں
(پر) خدائے قدوس کے لئے تواضع کے
سبب ایک خاص اثر یعنی نور و رونق
ہے۔

یعنی کمال خشوع و خضوع، اخلاص، خشیۃ اللہ، رجوع الی اللہ، حسن نیت، نماز کی پابندی اور خصوصاً صلوٰۃ تہجد کی پابندی کے سبب ان کے چہرے ایک خاص انداز سے منور اور پُر رونق ہیں۔ اسی چمک، رونق، نورانیت، ربانیین کے سے رنگ ڈھنگ اور منقیانہ چال ڈھال سے وہ عامۃ الناس سے نمایاں معلوم دیتے ہیں۔ چونکہ یہ اثر خشوع بلا بناوٹ ہوتا ہے۔ اسی لئے اسے اہل اللہ کے سوا ہر ایک جلد نہیں معلوم کر سکتا۔ انھیں لوگوں کا دل اللہ تعالیٰ کی تجلیات کی گزرگاہ ہے

کعبہ بن گاہ خلیل آزر است
دل گذرگاہ جلیل اکبر است

انھیں ہی کے خوف خدا اور عشق خداوندی سے شکستہ، منکسر اور پارہ پارہ شدہ دل خدا کو سب سے بھلے لگتے ہیں۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

ایسے ہی دلوں میں خدا رب العزت جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكَ ابْنَ دِيْنَارٍ قَالَ قَالَ مُوْسٰى اِلٰهِيْ اَيْنَ اَبْغِيْكَ فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ اَنْ يَّا مُوْسٰى اَبْغِنِيْ عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مِنْ اَجْلِيْ فَاِنِّيْ اَدْنُوْا مِنْهُمْ كُلَّ يَوْمٍ بَاعًا فَلَوْلَا ذٰلِكَ لَانْهَدَمُوْا

جعفر بن سلیمان سے مروی ہے۔ وہ
کہتے ہیں کہ میں نے مالک بن دینار
کو یہ فرماتے سنا کہ حضرت موسیٰ علیہ
(وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام) نے باری
تعالیٰ سے عرض کی کہ میں تجھے کہاں
پا سکتا ہوں؟ جواب میں فرمایا گیا
کہ میرے سبب سے شکستہ و منکسر دلوں
میں۔ کیونکہ میں ہر دن ایک ہاتھ ان
کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر ایسا
نہ ہو تو وہ منہدم ہو کر رہ جائیں

قال جعفر فقلت مالك ابن دينار كيف المنكسرة قلوبهم (الی قوله) المنكسرة قلوبهم بحب الله (کتاب المحبہ لابراہیم ابن الجنید)

حضرت جعفر ذکر کرتے ہیں کہ میں نے
مالک بن دینار سے دریافت کیا۔ کہ
دلوں کے منکسر ہو جانے کا کیا مطلب
کیسے منکسر ہو جاتے ہیں؟
(عبداللہ بن سلامؓ کا جواب بواسطہ منقول ہے
کہ ان کے دل اللہ کی محبت سے شکستہ اور
پارہ پارہ ہو جاتے ہیں)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ مَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَّهٗ لَوَجَدْتَّنِيْ عِنْدَهٗ۔ (مشکوٰۃ ص۱۳۳ بحوالہ مسلم شریف)

آنحضرت فداہ ابی واُمی نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ
(کسی کو) قیامت کے دن فرمائیں گے کہ اے ابن آدم
میں مریض ہوا تو تو نے عیادت مرض بھی نہ کی۔ وہ عرض
کرے گا۔ کہ الٰہی تو سارے جہان کا پالنے والا ہے
تو پھر میں تیری تیمارداری کیسے کرتا؟ باری تعالےٰ
فرمائیں گے۔ کیا تو نے سُنا نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ
بیمار پڑا ہے؟ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ اگر تو اس
کی عیادت کے لئے جاتا تو مجھے بھی وہاں پاتا (سبحان اللہ
وبحمدہ کیا کرم ہے)

(۳) دل سے خشوع کا اُٹھ جانا جہالت لاتا ہے

دین اسلام بالاصل اور بالذات قلوب کو مسخر کرتا ہے۔ اس کا سب سے اولین مقصد قلوب عباد پر حکمرانی کرنا اور انہیں خدا تعالےٰ کی حکمبرداری کے لئے جھکا دینا ہے۔ وہ ہر عمل کا جوہر اور روح فقط دل، اس کی نیت حسنہ اور خلوص کو قرار دیتا ہے۔ وہ ایسے عمل کو بالکل رائیگاں اور غیر نافع بتاتا ہے۔ جو اتقاء قلبی اور طلب رضاء الٰہی کے لئے نہ ہو۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (سورۃ الحج۔ رکوع ۵)

اللہ تعالےٰ کو ان قربانیوں کا گوشت
یا خون نہیں پہنچتا۔ بلکہ اسے تمہارے
دلوں کا تقویٰ و طہارت اور پرہیزگاری
پہنچتی ہے۔

وہ فلاح و سعادت، رشد و ہدایت، تقویٰ و پرہیزگاری اور معرفت و نورانیت کا سرچشمہ دل کو قرار دیتا ہے۔ اسی لئے وہ راہ حق سے بھٹکے ہوئے دلوں کو اندھا اور بصیرت ایمانیہ سے محروم رکھتا ہے۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ۔

راہ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی
آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل
بصیرت و توفیق سے محروم ہوتے ہیں

قرآن کہتا ہے کہ ظاہری اعضاء و جوارح کا تسلیم و رضا کے لئے اُٹھنا اور پڑنا، دکھلاوے کے لئے سجدہ و رکوع کرنا۔ جبکہ دل میں خدا کی طرف توجہ اور اخبات و انکساری نہ ہو۔ کوئی فائدہ مند اور نفع بخش نہیں۔ بلکہ یہ اس کی دلیل ہے کہ خدائے لایزال نے اس کے

---

[1] السجود معناه الخضوع کما فی المختار الصحاح (سجد) خضع صـ۲۱ (فی المنجد) یقال ساجد المنخر ای ذلیل خاضع صـ۳۲۹ عن عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ (استنارت وجوههم من طول ما صلوا بالليل (کشاف صـ۱۱۶ ج۴) ۱۲ منہ غفرلہٗ ولوالدیہ

بصیرت و توفیق، طہارت و پاکیزگی اور علم و شرح صدر کی روشنی چھین لی ہے۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ أُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ سورۂ زمر رکوع ۳

بھلا (نورانیت ایمان سے محروم) اور وہ جس کا سینہ اللہ تعالےٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اور وہ رب قدوس کی جانب سے دولت ایمان کے نور سے مالامال ہے۔ (دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟) سو خرابی ہے ان کے لئے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہیں۔

قرآن فقط اسی دل کو منبع علم۔ قابل ستائش و تحمید سمجھتا ہے۔ جس کے ایک ایک رگ و ریشہ میں خوف خدا ساری و طاری ہو۔ اسی کا اثر ہے کہ ظاہری اعضاء بھی احکام الٰہیہ کے سامنے منقاد۔ مطیع اور فرمانبردار ہیں

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (سورۂ حج رکوع ۵)

اور ان عاجزی کرنے والوں کو بشارت سنا دو۔ جن کے سامنے خدا کا نام لیا جائے تو ان کے دل جلال و جبروت سے ڈر جاتے ہیں اور راہ حق میں جتنی مصائب پہنچیں۔ ان پر صبر کرنے والے ہیں۔ نماز کو پابندی سے ادا کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے مال و دولت علم و فضل، طاقت و قوت دے رکھی اسے ہمارے راہ میں خرچ کرتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی و قلبی نے مقیم امت کے لئے ایسے دل سے پناہ چاہی جو خاشع و خاضع نہ ہو۔ کیونکہ عدم خشوع و خضوع کا لازمی نتیجہ علم کا غیر نافع اور دعا کا غیر مستجاب ہونا ہے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَّا يُسْمَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ الحديث — لابن ماجہ ص ۳۴ وکذا فی مسلم

اے میرے اللہ میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں، علم سے جو نفع نہ دے، دعا سے جو قبول نہ ہو اور دل سے جس میں خشوع نہ ہو۔

شرح قولہ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ

اسلام فقط اسی علم کو سودمند اور نافع شمار کرتا ہے۔ جو قلب مسلم پر انقیاد خداوندی کا گہرا نقش ثبت کر دے اور دل مومن میں ایک ایسا شعور و فکر پیدا کر دے کہ اس کے ہر ہر عضو کی حرکت و سکون سے مقصود رضاء الٰہی کے سوا کچھ نہ ہو۔ اس کے دل میں فقط خدا سے امید و بیم، احکام ایزدی کے سامنے دب جانے جھک جانے اور منقاد ہو جانے کا جذبہ بے پناہ ہی ہو اور کچھ نہ ہو۔ تاکہ اس کے دل میں نورانیت علم کار فرما ہو

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا يَّحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورہ الزمر رکوع ۱)

بھلا وہ جو رات کی گھڑیاں عبادت میں گزار دے۔ کسی وقت سجدہ کر رہا ہے اور کسی وقت قیام، اور آخرت کا ڈر رکھتا ہے اور رحمت ایزدی کی امید رکھتا ہے (اس شخص کے برابر ہو جائے گا۔ جو یکسر خدا سے غافل ہے نہیں) آپ فرمادیں کہ دین کی سمجھ رکھنے والے اور جاہل کیا برابر ہو جائیں گے؟

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورہ فاطر رکوع ۴)

اللہ کے بندوں سے علماء کی جماعت ہی خدا سے ڈرتی ہے۔

اسلام میں ایسے علم کو جو قلب عبد میں خشیۃ اللہ اخبات للہ، تواضع، انکساری، اخلاص فی العبادات اور قلبی خشوع و خضوع کا موجب نہ بن سکے حجۃ اللہ علی العباد[عہ] سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی یہ علم ان پر خدائے قدوس کی جانب سے ایک حجت ہے کہ ان سے اس دن کوئی عذر و معذرت نہیں سُنی جائے گی۔ جس دن خدا کے عذاب کا بے پناہ ہاتھ پورے جوش انتقام سے ان کی طرف بڑھے گا۔ (اعاذنا اللہ منہ)

عَنْ حُذَيْفَةَ رض (مِنْ قَوْلِهٖ) فالعلم النافع هو ما باشر القلوب فاوجب لها السكينة والخشية والاخبات لله والتواضع والانكسار فاذا لم يباشر القلب ذالك من العلم انما كان على اللسان فهو حجة الله يقوم على صاحبه وغيره

علم نافع وہی ہے جو دلوں میں پہنچ کر ان میں مسکنت و وقار، خدا کا ڈر، خدا کے لئے عجز و نیاز، تواضع انکسار پیدا کر دے۔ سو جو علم دل میں اس کیفیت کو پیدا کرنے کا موجب نہ بنے تو سمجھ یہ علم فقط زبان تک ہے اور یہی علم صاحب علم اور اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے والے پر خدا کی جانب سے حجت اور دلیل ہوتا ہے۔ (روایت حذیفہ رض)

قال الحسن العلم علمان علم باللسان وعلم بالقلب فعلم القلب هو العلم النافع وعلم اللسان حجة الله على ابن آدم۔

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ علم کی دو قسمیں ہیں علم بالقلب یہی علم نافع ہے (۲) علم باللسان یہ آدم کی اولاد پر حجت ہے

کسی کے دل سے خشوع کا اٹھ جانا جہالت کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ یہی تو وجہ ہوگی کہ جس وقت مجموعی طور پر لوگوں کے دلوں سے خشوع جاتا رہے گا۔ تو اللہ رب العٰلمین علم دین کی بے بہا نعمت بھی چھین لیں گے۔ یہ عدم خشوع کا نتیجہ ہوگا کہ دنیا کی اکثریت اور مؤقر آبادی علوم نافعہ (دینیہ) سے محروم ہو جائے گی۔

(قولہ) ان شئت لاحدثنك باول علم يرفع من الناس الخشوع يوشك ان تدخل مسجد الجامع فلا ترى فيه رجلا خاشعا (ترمذی ص ۹۰ جلد ۲)

اگر تجھے اس کی چاہت ہو تو آؤ میں بتلاؤں کہ سب سے پہلے کونسا علم لوگوں کے دلوں سے اٹھا لیا جائے گا؟ وہ خشوع (قلبی) ہے۔ ہو سکتا ہے تو جامع مسجد میں جائے تو تجھے صاحب خشوع نہ ملے

(قولہ) فقال صدق عوف الا اخبرك باول ذالك يرفع قلت بلى قال الخشوع حتى لا ترى خاشعا (نسائی)

فرمایا عوف رض سچ کہتا ہے۔ میں تمہیں بتلاؤں کہ سب سے پہلے کون سا علم اٹھا لیا جائیگا؟ میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا "خشوع" حتیٰ کہ تیری نظر کسی خشوع کرنے والے کو نہیں پا سکے گی۔

ترمذی شریف کی گذشتہ حدیث کا پہلا حصہ اس طرح ہے۔ صحابی رض ذکر کرتے ہیں۔

فشخص (صلی اللہ علیہ وسلم) ببصرہ الی السماء فقال هذا اوان يختلس فيه العلم من الناس حتى لا يقدروا منه على شيء۔ ترمذی ص ۹۰ ج ۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نظر آسمان کی جانب اٹھا کر فرمایا۔ یہ اوقات جن میں لوگوں سے علم اچک لیا جائے گا۔ حتیٰ کہ (ذرا بھر) علم دین پر انھیں قدرت نہ ہو گی۔

یہ حدیث شریف لفظ بہ لفظ ہم پر صادق آتی ہے۔ ہماری علمی بصیرت اور علمی پونجی بھی کوئی مختلس (اچکا) لے بھاگا ہے۔ اب ہم اس شخص کی طرح راہ حق اور صراط مستقیم کو چھوڑ باطل کی وادیوں میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ جس کی بینائی کسی غضب الٰہی کی زور سے چمکنے والی بجلی نے بیک وقت اچک لی ہو اور وہ

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

[عہ] علم کی دو قسمیں ہیں ۱۔ علم نافع ۲۔ علم حجۃ اللہ علی العباد۔ ۱۲ منہ

اللہ تعالیٰ کی نیک بندیاں

حضرت اسمٰعیلؑ کی دوسری بی بی کا ذکر

خانہ کعبہ بنانے سے پہلے دو دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بھی مکہ میں آئے ہیں۔ مگر حضرت اسمٰعیلؑ دونوں دفعہ گھر میں نہیں ملے۔ اور زیادہ ٹھیرنے کا حکم نہیں تھا۔ سو پہلی بار جب تشریف لائے اس وقت حضرت اسمٰعیلؑ کے گھر میں ایک بی بی تھی اُس سے پوچھا کہ کس طرح گزر ہوتا ہے کہنے لگی کہ بڑی مصیبت میں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تمہارے خاوند آئیں اُن سے میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دو۔ چنانچہ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام گھر آئے تو سب حال معلوم ہُوا۔ آپ نے فرمایا وہ میرے والد تھے اور چوکھٹ تُو ہے وہ یوں کہہ گئے ہیں کہ تجھ کو چھوڑ دوں۔ اس کو طلاق دے کر پھر ایک اور بی بی سے نکاح کیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ آئے ہیں تو یہ بی بی گھر میں تھیں اُنہوں نے بڑی خاطر کی۔ آپ نے اُن سے بھی گزران کا حال پوچھا۔ اُنہوں نے کہا خدائے تعالیٰ کا شکر ہے۔ بہت آرام میں ہیں۔ آپ نے اُن کے لئے دُعا کی اور فرمایا کہ جب تمہارے شوہر آئیں تو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھیں۔ چنانچہ حضرت اسمٰعیلؑ کو آنے کے بعد یہ حال بھی معلوم ہُوا۔ آپ نے بی بی سے فرمایا کہ یہ میرے باپ تھے۔ یوں کہہ گئے ہیں کہ تجھ کو اپنے پاس رکھوں۔ فائدہ۔ دیکھو ناشکری کا پھل پہلی بیوی کو کیا ملا کہ ایک نبی ناراض ہوئے دوسرے نبی نے اپنے پاس سے الگ کر دیا۔ اور شکر وصبر کا پھل دوسری بیوی کو کیا ملا۔ کہ ایک نبی نے دُعا دی دوسرے نبی کی خدمت میں رہنا نصیب ہُوا۔ بیبیو کبھی ناشکری نہ کرنا۔ جس حالت میں ہو صبر و شکر سے رہنا۔

نمرود کافر بادشاہ کی بیٹی کا ذکر

نمرود وہ ظالم بادشاہ تھا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا تھا۔ اس کی یہ بیٹی جن کا نام رعضہ ہے۔ اُوپر کھڑی ہوئی دیکھ رہی تھیں۔ دیکھا کہ آگ نے حضرت ابراہیمؑ پر کچھ اثر نہیں کیا پکار کر پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے ایمان کی برکت سے مجھ کو بچا لیا۔ کہنے لگیں کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی اس آگ میں آؤں۔ آپ نے فرمایا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِبْرَاہِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰہِ کہہ کر چلی آ۔ وہ کلمہ پڑھتی ہوئی بیدھڑک آگ کے اندر چلی گئی۔ اُس پر بھی آگ نے کچھ اثر نہیں کیا۔ اور وہاں سے نکل کر اپنے باپ کو بہت بُرا بھلا کہا۔ اُس نے اُن کے ساتھ بہت سختی کی مگر وہ اپنے ایمان پر قائم رہیں۔ فائدہ۔ سبحان اللہ کیسی ہمت کی بی بی تھیں۔ کہ تکلیف میں بھی ایمان کو نہ چھوڑا۔ بیبیو تم بھی مصیبت کے وقتوں میں ہمت مضبوط رکھا کرو۔ اور بال برابر بھی دین کے خلاف مت کیا کرو۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں کا ذکر

جب اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے بھیجے اور انھوں نے آکر خبر دی کہ اب آپ کی قوم پر جنھوں نے آپ کو نہیں مانا عذاب آنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کہلا بھیجا تھا کہ اپنے مسلمان کنبے کو راتوں رات اس بستی سے نکال لے جاؤ۔ اس مسلمان کنبے میں آپ کی بیٹیاں بھی تھیں۔ یہ بھی عذاب سے بچ گئی تھیں۔ فائدہ۔ دیکھو ایمان کیسی برکت کی چیز ہے۔ کہ دُنیا میں جو خدا کا قہر نازل ہوتا ہے۔ ایمان اُس سے بھی بچا لیتا ہے۔ بیبیو ایمان کو خوب مضبوط کرو اور وہ مضبوط ہوتا ہے اس طرح کہ سب حکم بجا لاؤ۔ اور سب گناہوں سے بچو۔

حضرت ایوبؑ کی بی بی کا ذکر

ان کا نام رحمت ہے۔ جب ایوب علیہ السلام کا تمام بدن زخمی ہوگیا اور سب نے پاس آنا جانا چھوڑ دیا یہ بی بی اس وقت خدمت گزاری میں مصروف رہتیں اور ہر طرح کی تکلیف اُٹھاتیں۔ ایک بار اُن کو آنے میں دیر ہوگئی تھی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے غُصّہ میں قسم کھائی کہ اچھا ہو جاؤں تو اُن کے سو لکڑیاں ماروں گا۔ جب آپ کو صحت ہوگئی۔ تو اپنی قسم پوری کرنے کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے یہ آسان حکم کر دیا کہ تم ایک جھاڑو لو۔ جس میں سو سینکیں ہوں اور ایک دفعہ مار دو۔ فائدہ۔ دیکھو کیسی صابر بی بی تھیں کہ ایسی حالت میں بھی برابر اپنے خاوند کی خدمت کرتی رہیں۔ اور بیماری میں اُن کی قسم سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مزاج نازک ہوگیا تھا وہ اُس کو بھی سہتی تھیں۔ اسی خدمت اور صبر کی برکت تھی کہ اللہ میاں نے اُن کو لکڑیوں سے بچوا لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بہت ہی پیاری تھیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے حکم کو کیسا آسان کر دیا۔ اب یہ مسئلہ نہیں ہے۔ اس طرح اگر کوئی قسم کھاوے تو جھاڑو مارنے سے قسم پوری نہ ہوگی۔ بلکہ ایسی قسم کو توڑ کر کفارہ دینا ہوگا۔ بیبیو! خاوند کی تابعداری اور اُس کی نازک مزاجی کی خوب سہار کیا کرو۔ تم بھی ایسی ہی پیاری بن جاؤ گی۔

حضرت لیّا یعنی حضرت یوسفؑ علیہ السلام کی خالہ کا ذکر

ان کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ ہوئے اور قحط پڑا اور سب بھائی مل کر اناج خریدنے اُن کے پاس گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو پہچنوا دیا اُس وقت اپنا کُرتہ اپنے والد یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر ڈالنے کے لئے دیا اور یہ بھی کہا کہ سب کو یہاں لے آؤ۔ چنانچہ حضرت یعقوبؑ کی بینائی پھر درست ہوگئی۔ اور اپنے وطن سے چل کر مصر میں حضرت یوسفؑ سے ملے تو یوسفؑ نے اپنے والد اور اپنی ان خالہ کو تعظیم کے واسطے بادشاہی تخت پر بٹھلایا اور یہ دونوں صاحب اور سب بھائی اس وقت حضرت یوسفؑ کے سامنے سجدہ میں گر پڑے۔ اُس زمانہ میں سجدہ سلام کی جگہ درست تھا اب درست نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان خالہ کو ماں فرما دیا ہے۔ اُن کی ماں کا انتقال ہوگیا تھا۔ اور یعقوبؑ نے ان سے نکاح کر لیا تھا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ جن کا یہ قصہ ہے یہ ماں تھیں حضرت راحیل ان کا نام تھا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ میرے بچپن کے خواب کی یہ تعبیر ہے۔ انہوں نے خواب دیکھا تھا کہ چاند سُورج اور گیارہ ستارے مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ فائدہ۔ دیکھو کیسی بزرگ ہوں گی جن کی تعظیم نبی نے کی۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل

از جناب کمال الدین صاحب مدرس کارپوریشن

(۱)

اللہ تعالےٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے خرچ کرنے کا اس قدر ثواب ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں - معلوم ہوتا ہے کہ یہ روپیہ پیسہ پاس رکھنے کی چیز ہے ہی نہیں - یہ تو دیا ہی اس لئے گیا ہے کہ اس کو اللہ راہ میں خرچ کیا جائے - مگر نام و نمود اور اپنی شہرت و عزت کی وجہ سے خرچ نہ کرے ورنہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہوگا - اپنا مال بھی خرچ کیا اور خدا کے یہاں بجائے ثواب کے عذاب ہُوا - حضورؐ کا ارشاد ہے کہ خدا تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا (کہ کتنا خرچ کیا) بلکہ تمہارے اعمال اور تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے - (کہ کس نیّت اور کس ارادے سے خرچ کیا)

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے - کہ مجھے تم پر بہت زیادہ خوف شرک اصغر کا ہے - صحابہ نے عرض کیا - یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم شرکِ اصغر کیا ہے ؟ حضورؐ نے فرمایا - دکھلاوے کے لئے عمل کرنا - اور پھر یہ کہ جو کچھ خرچ کیا ہے اُس پر دل خوش ہو - یہ نہ ہو کہ اُس وقت تو خرچ کر دیا بعد میں پچھتاتا رہے - دل پر قلق ہو رہا ہے - مرا جا رہا ہے کہ میں نے کیوں خرچ کر دیا - کیسی بیوقوفی ہُوئی روپیہ کم ہوگیا - میرا فلاں کام نکلتا وغیرہ وغیرہ - ایک حدیث میں ہے کسی شخص نے عرض کیا - یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال کی محبت کا کیا مطلب ہے - مال سے تو ہر ایک کو محبت ہوتی ہے - حضورؐ نے فرمایا : کہ جب تُو مال خرچ کرے تو تیرا دل تیری اپنی ضرورتیں جتائے اور اپنی حاجت کا ڈر دل میں پیدا ہو کہ عمر ابھی بہت باقی ہے - مجھے احتیاج نہ ہو جائے - ایک حدیث میں ہے - حضورؐ نے ارشاد فرمایا - کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو ایسے وقت میں خرچ کرے جب تندرست ہو - بہت زمانہ تک دُنیا میں رہنے کی اُمید ہو - ایسا نہ کر کہ صدقہ کرنے کو ٹالتا رہے - یہانتک کہ دم نکلنے لگے اور موت کا وقت قریب آجائے - تو کہنے لگے - اتنا فلاں کو دیا جائے اور اتنا فلاں جگہ دیا جائے کہ اب تو وہ فلاں کا ہوگیا - مطلب یہ ہے کہ جب اپنے سے مایوسی ہوگئی اور اپنی ضرورت اور حاجت کا ڈر نہ رہا - تو آپ نے کہنا شروع کردیا کہ اتنا فلاں مسجد میں اور اتنا فلاں مدرسے میں حالانکہ اب وہ وارث کا مال بن گیا اب حلوائی کی دُکان پر نانا جی کی فاتحہ ہے - جب تک اپنی ضرورتیں وابستہ تھیں تب تو خرچ کرنے کی توفیق نہ ہُوئی اب جب وہ دوسرے کے یعنی وارث کے پاس جانے لگا تو اب آپ کو اللہ واسطے دینے کا جذبہ پیدا ہُوا - اسی واسطے شریعتِ مطہرہ نے حکم دیدیا کہ مرتے وقت کا صدقہ ایک تہائی مال تک کر سکتا ہے اگر کوئی اُس وقت سارا مال بھی صدقہ کر کے مرجائے تو وارثوں کی اجازت بغیر تہائی سے زیادہ میں اس کی وصیت معتبر نہ ہوگی

(۱) (سورۂ بقرہ رکوع ۲۴) میں ارشاد باری ہے

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ۚ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

ترجمہ - اور تم لوگ اللہ کے راستہ میں خرچ کیا کرو - اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں نہ ڈالو - اور خرچ وغیرہ کو اچھی طرح کیا کرو - بیشک حق تعالےٰ محبوب رکھتے ہیں اچھی طرح کام کرنے والوں کو -

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو کا مطلب یہ ہے کہ فقر کے ڈر سے اللہ کے راستے میں خرچ کرنا چھوڑ دیا جائے - حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہلاکت میں ڈالنا یہ نہیں ہے کہ آدمی اللہ کے راستے میں قتل ہو جائے بلکہ یہ کہ اللہ کے راستے میں خرچ سے رُک جائے - حضرت ضحاکؒ بن جبیر فرماتے ہیں کہ انصار اللہ کے راستے میں صدقہ کیا کرتے تھے - ایک سال قحط ہوگیا - ان کے خیالات بُرے ہوگئے اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا چھوڑ دیا - اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی - حضرت اسلمؓ کہتے ہیں کہ ہم قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک تھے کفار کی بہت بڑی جماعت مقابلہ پر آگئی - مسلمانوں میں سے ایک شخص تلوار لے کر ان کی صف میں گھس گیا - دوسرے مسلمانوں نے شور کیا کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا - حضرت ابو ایّوب انصاریؓ بھی اس جنگ میں شریک تھے - وہ کھڑے ہُوئے اور ارشاد فرمایا کہ یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں ہے تم اس آیت کا مطلب یہ بتاتے ہو یہ آیت تو ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے - بات یہ ہوئی تھی کہ جب اسلام کو فروغ ہونے لگا اور دین کے حامی بہت سے پیدا ہوگئے تو ہماری یعنی انصار کی چپکے چپکے یہ رائے ہوئی کہ اب اللہ تعالےٰ نے اسلام کو غلبہ تو عطا فرما ہی دیا اور لوگوں میں دین کے مددگار بہت سے پیدا ہوگئے - ہمارے اموال کھیتیاں وغیرہ عرصہ سے خبرگیری پوری نہ ہوسکنے کی وجہ سے برباد ہو رہی ہیں - ہم ان کی خبرگیری اور اصلاح کرلیں - اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی اور ہلاکت میں اپنے کو ڈالنا، اپنے مال کی اصلاح میں مشغول ہو جانا اور جہاد کو چھوڑ دینا ہے -

(۲) (بقرہ ع ۲۷) میں ارشاد ہے :

وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ ؕ

ترجمہ - لوگ آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ (خیرات میں) کتنا خرچ کریں آپ فرمادیجئے کہ جتنا (ضرورت سے) زائد ہو -

یعنی مال تو خرچ ہی کرنے کے واسطے ہے جتنی اپنی ضرورت ہے اس کے موافق رکھ کر جو زائد ہو وہ خرچ کر دے - حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اپنے اہل و عیال کے خرچ سے جو بچے وہ عفو ہے - حضرت ابو امامہؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں - کہ اے آدمی جو تجھ سے زائد ہے اُس کو تُو خرچ کر دے - یہ بہتر ہے تیرے لئے - اور تو اُس کو روک کر رکھے یہ تیرے لئے بُرا ہے - اور بقدر ضرورت پر کوئی ملامت نہیں اور خرچ کرنے میں اُن لوگوں سے ابتدا کر جو تیرے عیال میں ہیں اور اُونچا ہاتھ (یعنی دینے والا ہاتھ) بہتر ہے اس ہاتھ سے جو نیچے ہو - (یعنی لینے کے لئے پھیلا ہُوا ہو) حضرت عطا سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ عفو سے مراد ضرورت سے زائد ہے -

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس سواری زائد ہو وہ ایسے شخص کو سواری دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور

جس کے پاس توشہ زائد ہو وہ ایسے شخص کو توشہ دے جس کے پاس توشہ نہ ہو (حضورؐ نے اس قدر اہتمام سے یہ بات فرمائی) ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ کسی شخص کا اپنے کسی ایسے مال میں حق ہی نہیں ہے جو اس کی ضرورت سے زائد ہو۔ اور کمال کا درجہ ہے بھی یہی کہ آدمی کی اپنی واقعی ضرورت سے زائد جو چیز ہے وہ خرچ ہی کرنے کے واسطے ہے۔ جمع کرکے رکھنے کے واسطے نہیں ہے۔ بعض علماء نے عفو کا ترجمہ سہل کا کیا ہے۔ یعنی جتنا آسانی سے خرچ کر سکے۔ کہ اس کو خرچ کرنے سے خود پریشان ہو کر دُنیوی تکلیف میں مبتلا نہ ہو اور دوسرے کا حق ضائع ہونے سے آخرت کی تکلیف میں مبتلا نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ بعض آدمی اس طرح صدقہ کرتے تھے کہ اپنے کھانے کو بھی اُن کے پاس نہ رہتا تھا۔ حتیٰ کہ دوسرے لوگوں کو اُن پر صدقہ کرنے کی نوبت آجاتی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں تشریف لائے۔ حضورؐ نے ان کی حالت دیکھ کر لوگوں سے کپڑا خیرات کرنے کو ارشاد فرمایا۔ بہت سے کپڑے چندہ میں جمع ہو گئے۔ حضورؐ نے ان میں سے دو کپڑے ان صاحب کو عطا فرما دیئے۔ اس کے بعد پھر حضورؐ نے صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔ اور لوگوں نے صدقہ کا مال دیا تو ان صاحب نے بھی دو کپڑوں میں سے ایک صدقہ میں دے دیا۔ تو حضورؐ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور اُن کا کپڑا واپس دے دیا۔ قرآن پاک میں اپنی احتیاج کے باوجود خرچ کرنے کی ترغیب بھی آئی ہے لیکن یہ انہیں لوگوں کے لئے ہے جو اس کو بشاشت سے برداشت کر سکتے ہوں۔ ان کے دلوں میں واقعی طور پر آخرت کی اہمیت دُنیا پر غالب آگئی ہو۔

(۳) (سورہ بقرہ ع ۳۲) میں ارشاد ہے:
مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ط وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ○

ترجمہ۔ کون ہے ایسا شخص جو خُدا کو قرض دے اچھی طرح قرض دینا۔ پھر اللہ تعالےٰ اس کو بڑھا کر بہت زیادہ کر دے۔ (اور خرچ کرنے سے تنگی کا خوف نہ کرو) کہ اللہ جل شانہٗ ہی تنگی اور فراخی کرتے ہیں (اسی کے قبضہ میں ہے اور اسی کی طرف (مرنے کے بعد) لوٹائے جاؤگے۔

اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کو قرض اس لئے تعبیر کیا گیا کہ جیسے قرض کی ادائیگی اور واپسی ضرور ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا اجر و ثواب اور بدلہ ضرور ملتا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کو قرض دینے سے اللہ کے راستے میں خرچ کرنا مراد ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضرت ابو الدحداح انصاریؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ جل شانہٗ ہم سے قرض مانگتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا بیشک۔ وہ عرض کرنے لگے اپنا دست مبارک مجھے پکڑا دیجئے (تاکہ میں آپؐ کے دست مبارک پر ایک عہد کروں) حضورؐ نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ انہوں نے معاہدے کے طور پر حضورؐ کا ہاتھ پکڑ کر عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم میں نے اپنا باغ اپنے اللہ کو قرض دے دیا۔ ان کے باغ میں چھ سو درخت کھجوروں کے تھے اور اسی باغ میں اُن کے بیوی بچّے رہتے تھے۔ یہاں سے اُٹھ کر پھر اپنے باغ میں گئے اور اپنی بیوی سے آواز دے کر کہا کہ چلو اس باغ سے نکل چلو۔ یہ باغ میں نے اپنے رب کو دے دیا۔ دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے اس باغ کو چند یتیموں پر تقسیم کر دیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ من جاء بالحسنۃ الایۃ جو ایک نیکی کرے اس کو دس گنا ثواب ملے گا۔ تو حضورؐ نے دُعا کی کہ یا اللہ میری اُمّت کا ثواب اس سے بھی زیادہ کر دے۔ اس کے بعد یہ آیت من ذاالذی یقرض اللہ نازل ہوئی تو حضورؐ نے پھر دُعا کی کہ یا اللہ میری اُمّت کا ثواب اور بھی زیادہ کر دے۔ پھر مثل الذین ینفقون الایہ نازل ہوئی۔ حضورؐ نے پھر دعا کی کہ یا اللہ میری اُمّت کا ثواب بڑھا دے اس پر انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب نازل ہوئی کہ صبر کرنے والوں کو ان کا ثواب پورا پورا دیا جائیگا۔ جو بے اندازہ اور بے شمار ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک فرشتہ ندا کرتا ہے۔ کون ہے جو آج قرض دے اور کل کو پُورا بدلہ لے لے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں۔ اے آدمی اپنا خزانہ میرے پاس امانت رکھا دے نہ اُس میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے نہ غرق ہو جانے کا نہ چوری کا۔ میں ایسے وقت میں وہ تجھ کو پورے کا پُورا واپس کروں گا جس وقت تجھے اس کی انتہائی ضرورت ہوگی۔

(۴) (سورہ بقرہ رکوع ۳۴) میں ارشاد ہے:
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خُلَّۃٌ وَّلَا شَفَاعَۃٌ ط

ترجمہ۔ اے ایمان والو خرچ کرلو ان چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں۔ قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہو سکتی ہے۔ نہ دوستی ہوگی نہ کسی کی (اللہ کی اجازت بغیر) سفارش ہوگی۔ یعنی اُس دن نہ تو خرید و فروخت ہے کہ کوئی اُس دن دوسروں کی نیکیاں خرید لے۔

نہ دوستی ہے کہ تعلقات میں کوئی دوسرے سے نیکیاں مانگ لے۔ نہ بغیر اجازت کے سفارش کا کسی کو حق ہے کہ اپنی طرف سے منت سماجت کر کے سفارش ہی کرا لے۔ غرض جتنے اسباب دوسرے سے اعانت حاصل کرنے کے ہُوا کرتے ہیں وہ سب ہی اُس دن مفقود ہونگے۔ اُس دن کے واسطے کچھ کرنا ہے تو آج کا دن ہے جو بونا ہے بو لیا جائے اس دن تو کھیتی کے کاٹنے ہی کا دن ہے جو بو گیا ہے وہ کاٹ لیا جائے گا غلہ ہو یا پھول کانٹے ہوں یا ایندھن۔ ہر شخص خود ہی غور کر لے کہ وہ کیا بو رہا ہے۔ (باقی پھر)

بقیہ شذرات (صفحہ ۳ سے آگے)

وہ جس وقت جو چاہیں کروا سکتے ہیں۔ لیکن ان کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ظلم سدا نہیں پھولتا پھلتا۔ ایک نہ ایک دن وہ ظالم کو برباد کر کے رہیگا۔ کیونکہ قانونِ قدرت ہے کہ ع

فرعونیت ڈبوتی ہے بیڑا غرور کا

ان حالات میں اگر اقوام متحدہ کو تباہی سے بچانا ہے۔ تو ضروری ہے کہ دُنیا کے سامنے انصاف کی وہ مثال قائم کی جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپکے خلفاے راشدین نے پیش کی تھی۔ ان حضرات کے نزدیک انصاف کی نظر میں اپنے پرائے کی کوئی تمیز نہ تھی

(بقیہ ابلیس کی مجلس شوریٰ صفحہ ۱۰ سے آگے)

پر آپ نے ضرور غور کیا ہوگا - آدمؑ سے لے کر محمدؐ عربی کی بعثت تک لاکھوں داعیانِ مذہب نے توحید و رسالت - اخلاقیات معاملات اور عبادات پر زور دیا ہے - مگر قربان جائیے صدرِ مکرم کی بلند ہمتی کے کہ ع
"صد پیامبر دیدہ و کافر ہنوز"
خیر مجھے ہر زمانے میں اُن کی صحیح رہنمائی کا سہارا رہا ہے - اگرچہ مجھ پر اور خود اُن پر کئی زمانوں میں مایوسی کے دن بھی آتے رہے ہیں - مگر کچھ عرصے کے بعد اُن کی وسوسہ انگیز اور شکوک افزا تجویزوں نے نا امیدی کو خوشگوار اور سازگار ماحول سے بدل ہی دیا - اگرچہ ہر پیغمبر کی آمد ہمارے حق میں برقِ حاطف سے کم نہ ہوتی تھی مگر ہم لوگ پیغمبر کی وفات کے بعد اُس کی اُمت کے علماء اور مشائخ کو تقدس کے اُس مقام پر پہنچاتے - کہ یہ لوگ کچھ وقت پاکر اپنی الوہیت کا پرچار شروع کر دیتے اور اکثر و بیش تمام ادیان و شرائع کا یہی حشر ہُوا - آخرکار یہود و نصاریٰ کا زمانہ آیا - اُس وقت ہم نے کلیم اللہ اور روح اللہ کے بعد جلد ہی میدان صاف کر لیا - بنی اسرائیل گناہ کے ارتکاب میں بڑے جلد باز تھے - گوسالہ پرستی تو دو پیغمبروں کی موجودگی میں ہی شروع کر دی اور پھر ان کی وفات کے بعد خدا اُن لوگوں کا بھلا کرے - اپنے انبیاءؑ اور مذہبی پیشواؤں کو خُدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگے - خیر تفصیل سے قطع نظر اب قیامت تک ہمارا مقابلہ اُمتِ محمدیہ سے ہے - چودہ سو برس میں اس اُمت کے اندر ہم نے کوڑیوں فرقے پیدا کر دیئے ہیں معتزلہ - جبریہ - قدریہ - وجودیہ - شیعہ اور اسی طرح اور کئی فرقے دن بدن پیدا کئے جا رہے ہیں - یہ فرقے جہاں کہیں اکٹھے ہوتے ہیں گتھم گتھا ہی نظر آتے ہیں - ادھر بدعات اور مشرکانہ رسومات کو فروغ دیکر ہم نے کئی پیرانِ عظام کی روزی کا سامان پیدا کر دیا ہے - لہٰذا تعویذ اور گنڈا کی کمائی قبور پر چڑھاوے - نذر اور نیاز اور باقی غیر اللہ کے نام کے نذرانے شیرِ مادر کی طرح حلال سمجھے جانے لگے ہیں - مزاروں پر طبلہ و دمامہ - قوالی شریف - ملنگوں کا بھنگ چرس اور افیون کے نشے میں علماء کو کوسنا مذہب کی شکل اختیار کر چکا ہے - سالانہ میلوں میں مرد و زن کا ملاپ بلکہ بعض جگہ نوچندی کے نام پر ماہانہ میلوں کا انتظام بھی لیا جا رہا ہے - جن میں حسن پر عشق مچلتا ہے - علاقے بھر کی جوان لڑکیاں مرادیں لیکر آتی ہیں - اور منتیں مانتی ہیں -

مساجد کے مُلّا خواہ عالمِ دین کیوں نہ ہوں جو بھی مالِ مشکوک کا ایک لقمہ کھا لیتا ہے وہ اپنی پارٹی کے پراپیگنڈے کے لئے قرآن کی خوب تحریفِ معنوی کرتا ہے - بعض لوگ اہلِ بدعت کو دیکھ کر پیغمبرانہ حلم کو چھوڑ دیتے ہیں - اور پورے تشدّد سے تبلیغ کرتے ہیں - اُن سے ہمارے کام میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے - کیونکہ تشدّد سے تنفر پیدا ہوتا ہے -

مدعیانِ نبوّت اس میدان میں سب سے پیش پیش ہیں - اور ہماری بھی دلی دُعائیں اُن کی کامیابی کے لئے وقف ہیں - ہم نے مختلف وقتوں میں مختلف مقامات پر اُن کو کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے - اور یہ چیز خادمانِ محمدؐ سے رُوحِ محمدؐ نکالنے میں بڑی کارگر ثابت ہوئی ہے - مثلاً موجودہ صدی کے اوائل میں ہم نے سرزمین پنجاب میں یہی سلسلہ بڑی شد و مد سے شروع کیا تھا جو ابھی تک جاری ہے - اور خوب زوروں پر ہے - علاوہ ازیں پاکستان میں چند افراد اور بھی ہیں جو ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں - یہ لوگ کسی کالج سے عربی کا ایم - اے پاس کر کے یا چند ایک مذہبی کتابیں اُردو میں پڑھ کر دم ٹھونک کر میدان میں آجاتے ہیں - یار لوگ ان کو سال دو سال کے بعد علّامہ کا لقب دے دیتے ہیں - لہٰذا یہ اسی زعم میں مجدد بننے اور مصلحِ قوم کہلانے کے خواب دیکھنے لگتے ہیں - جس سے قوم کی نگاہیں اُن کی طرف معاً اُٹھتی ہیں - مگر مقامِ شکر ہے کہ یہ لوگ اپنے عقیدتمندوں کو دین کا لبادہ پہن کر نیچریت الحاد اور بے دینی کی تعلیم دینے لگ جاتے ہیں - کہیں خدمتِ خلق کو عبادتِ پروردگار پر ترجیح دی جاتی ہے کہیں سابقہ روایات پر پھبتیاں کہی جاتی ہیں - کالجوں کی نئی پود اور مذہب سے کورے نوجوان اُن کی لفاظی طرزِ تحریر - طنزِ بیجا - فقرہ بندی اور چند عبارتوں کی سلاست اور روانی پر لٹو ہو جاتے ہیں - حتیٰ کہ اُن کی آزادانہ تنقیدیں جو مذہب کے اصولوں اور سابقین حضرات پر تنقیص کی غرض سے کی جاتی ہیں - علمیت اصلاحِ مذہب بلکہ تجدید و احیائے دین کے پُر شکوہ الفاظ سے تعبیر کی جاتی ہیں - اس طرح سے ہمارے ابلیسی نظام میں بڑی حد تک مدد ملتی ہے اور دینِ اسلام میں انتشار پھیلتا ہے - اس موقعہ پر بعض مُلّا خیال لوگ ان کی روک تھام کے لئے اُٹھتے ہیں مگر طوطی کی نقار خانے میں کون سُنتا ہے کیونکہ ہمارے علّامے اُتنے عرصے میں اپنے زورِ قلم اور سحرِ تکلم سے عوام کے اذہان کو مسحور کر لیتے ہیں - چند سالوں میں ہم نے ایک اور فرقہ پیدا کر لیا ہے - ہمیں امید واثق ہے کہ ہم اس فرقے کے علماءؔ سے وہی کام لیں گے جو یہود و نصاریٰ کے احبار و رہبان نے کیا تھا - یہ فرقہ بدعت اور شیعیت کے امتزاج عجیبہ سے تیار کیا گیا ہے - اس کے علماء (لاکھ لاکھ شکر ہے) محمدؐ عربی کو خدا بنانے کے درپے ہیں - یہ فرقہ ہماری ہدایت کے مطابق قرآن و سُنّت کی اشاعت کی بجائے اپنے جلسوں میں چند خوبصورت لونڈوں سے اشعار سنتا اور سر دُھنتا ہے - اور اس کے خلاف کرنے والوں کو کافر بیدین دشمنِ پیغمبر سمجھنے لگ گیا ہے - خیر میں آپ حضرات کا قیمتی وقت یونہی باتوں باتوں میں ضائع کرنا نہیں چاہتا ہوں - اور اپنے انہی فقروں پر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں کہ ہمارے صاحبِ صدر کا خواب ہرگز پُورا نہیں ہوسکتا - ہاں ممکن ہے کسی اور ملک میں یہ آفت آجائے - تو آجائے -

(تالیاں - نعرے)

ابلیس

سب کہو - علمائے سُوء زندہ باد - (نعرے - قہقہے) عزیزو ! علماء اور مشائخ کو حرام خوری پر آمادہ رکھو - آگے وہ ہماری مرضی کے مطابق خود ماحول پیدا کر لینگے -

اسلامی ممالک کا انچارج

میرے محترم دوست نے فرمایا ہے - کہ کتاب و سُنّت کی ترویج اور اتحاد المسلمین کی آفت شاید اور کسی ملک میں پیدا ہو جائے - لہٰذا میں مؤدبانہ مگر نہایت اختصار سے عرض پرداز ہوں - کہ آپ لوگ ہر طرح سے مطمئن رہیں - اسلامی ممالک میں تشتت و تفریق پیدا کرنا ہمارا اوّلین فرض ہے - اگر تعدّدِ خلفاء کے اصول کو اُڑا کر یہ لوگ مرکزیت اور اتحاد کے منحوس اصول کی طرف آجائیں تو سُن لیجئے کہ میں خودکشی کر لوں گا - یقین جانئے ان کے تعلّقات غیروں سے استوار رہیں گے - اور آپس میں کشیدگی ہی رہے گی - تمام ملکوں میں غدّاروں (جعفر و صادق) کی تعداد کو زیادہ کیا جائیگا - خود مسلمانوں سے

ایسے افراد منتخب کئے جائیں گے جو اپنوں کے خلاف جاسوسی کریں - اور اسلامی حکومتوں کی جڑیں روز بروز کھوکھلی ہوتی جائیں -

دیکھئے - جمال الدین افغانی نے اسلامی ممالک کو مرکزیت کا پیغام دیا تھا - مگر ہم نے اُس کی ایک نہ چلنے دی - ڈاکٹر اقبال برسوں چیختا رہا -

بُتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

ایک دوسری جگہ اپنی بیہودگی کا اظہار کر رہا ہے :-

ربط و ضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر
پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو
ملک و دولت ہے فقط حفظِ حرم کا اک ثمر
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر
جو کرے گا امتیازِ رنگ و خوں مٹ جائیگا
ترکِ خرگاہی ہو یا اعرابیِ والا گہر
نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہوگئی
اُڑ گیا دُنیا سے تو مانندِ خاکِ رہگذر

مگر ہم اُس کی بے محل آواز کو ہر موقعہ پر بے وقعت کرتے رہتے ہیں - افغانستان پاکستان کے ساتھ کبھی سرنہیں جوڑیگا - امریکہ کی سحرکاریوں کا اثر اکثر ممالک پر قائم رکھا جائیگا - غرضیکہ ہم اپنے پروگرام کو تکمیل میں جان تک لڑا دینگے -

ابلیس

آفرین صد آفرین - مجھے اب امید کامل ہے کہ میرا خواب پُورا نہیں ہوگا - بلکہ یہ چیز آپ لوگوں کی ہمتوں کے لئے تازیانہ کا کام دیگی -

باقی ہیں "عوام کے انچارج" "ریڈیو کے انچارج" اور چند اور عہدہ دار حضرات کو یقین دلاتا ہوں کہ اُن کے بیان کے بغیر ہی میں اُن کے تعاون پر پُورا پُورا اعتماد رکھتا ہوں - مجھے یقین ہوچکا ہے - کہ آپ تمام حاضرین اپنے اپنے فرائض میں پوری تندہی سے جو مجھے ملا تھا اُس کا پُورا پُورا فائدہ اُٹھائیں گے -

اجازت نامے کے الفاظ یہ تھے :-

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ○ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۷ پ ۱۵

(ترجمہ - اولادِ آدم میں سے جس کو تو پھسلا سکے اپنی دلربا آواز سے پھسلا لے تجھے مہلت دی جاتی ہے کہ تو اپنے سواروں اور پیادوں کو لے کر اُن پر (اولادِ آدم) حملے کرتا رہ - اور ان کے مال و دولت میں اور ان کی اولاد میں اپنی شرکت کرلے - اور اُن کو سبز باغ دکھاتا رہ - لیکن شیطان کے تمام وعدے درحقیقت دجل و فریب پر مبنی ہوتے ہیں)

میرے جانبازو ! میں نے تمہاری تجاویز سُن لی ہیں - میں ان کے ساتھ پُورا پُورا اتفاق کرتا ہوں - بحر و بر پر چھا جاؤ - اسی زمین کے گوشے گوشے اور چپے چپے کی ٹوہ لگاؤ - اور جہاں نسلِ آدم نظر آئے - پہلے اس کو خدا سے توڑو اور پھر دنیاوی عیش و عشرت میں منہمک کرکے آخرت کی تیاری سے غافل رکھو - یاد رکھئے کہ بندوں کو خدا سے منحرف کرنے کا فقط ایک ہی طریقہ ہے اور صدیوں کا مجرب طریقہ ہے کہ جس اُمّت کو گمراہ کرنا مقصود ہو اُس کے پیغمبر اور اولیاء کو اُلوہیت کا مقام بخشا جائے اور خدائی صفات اُن کی طرف منسوب کئے جائیں اسی نسخہ کو اُمّتِ محمدیہ پر بھی آزماؤ - پھر دیکھو کہ کامیابی و کامرانی تمہاری قدم بوسی کے لئے کیونکر بڑھتی ہے -

میں آج کے اجلاس کو ختم کرتا ہوں - اور نہایت خیرسگالی کے جذبات کے ساتھ آپ لوگوں کو رخصت کرتا ہوں - اسی سال کے اخیر میں دوبارہ مجلس شوریٰ کا انعقاد ہوگا جس میں آپ کو مدعو کیا جائیگا -

بقیہ الخشوع والخضوع فی الصلواۃ

صفحہ ۱۳ سے آگے

بہت دُور کسی جنگل کے دلدلی میدان میں جہاں ہر سمت گرشتہ پانی سے سڑی ہوئی بو دار گھانس اور جھاڑیاں ہیں اُلجھ کر رہ گیا ہے - اب وہ (اپنی مذہبی جہالت کے سبب) دہشت ، خوف و ہراس اور سراسیمگی کی حالت ناگفتہ بہ میں جتنا بھی اس (دنیاوی مصائب کے جال) سے نجات پانے کی کوشش کرتا ہے - اُتنا ہی تباہی اور موت کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے (وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُونَ) لیکن اس کا اسے علم تک ہی نہیں -

ہماری قوم بھی معصیت و عدوان ، تمرد و سرکشی ، فسق و فجور اور کفر و الحاد کے ایسے چکر میں پھنس چکی ہے کہ خوف ہے کہ خدانخواستہ ہمیں اپنی حالت سدھارنے کا اس وقت خیال نہ آئے - جب فطرت اللہ کے ایک اٹل قانون کے مطابق یہ جواب آٰلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ الآیہ - یا اللہ ہماری قوم کو ہر وقت تنبیہ کے لئے جھنجھوڑ کر بیدار فرما دے -

(باقی باقی)

فردِ جرم

(از جناب محمد مقبول عالم صاحب بی اے لاہور)

دربارِ الٰہی سے فیصلہ ہوگیا
بدبخت انسانوں کو جہنم میں جانے کا حکم ہُوا
اور خوش بخت انسان بہشت میں داخل ہُوئے
آج جسے بھی جو کچھ ملا ہے
اپنے ہی عملوں کے بدلے میں ملا ہے -

انسانوں کی دو جماعتیں ہوگئیں
ایک دائیں طرف اور دوسرے بائیں طرف
ایک بہشت والے دوسرے دوزخ والے
دُنیا میں سب لوگ اکٹھے تھے
آج تفریق ہوگئی
کھرے اور کھوٹے الگ ہوگئے -
سچے اور جھوٹے الگ ہوگئے
نیک اور بد الگ ہوگئے
یہ یوم الفصل ہے
جنتی خوش و خرم ہیں
اور دوزخی روتے اور چیختے ہیں

جنتی پوچھتے ہیں
بھائیو ! تم نے کیا جرم کیا کہ دوزخ میں گئے
وہ جواب دیتے ہیں !
اے خوش بخت انسانو ! سنو !
ہمارا ایک جرم یہ ہے کہ ہم خدا کو بھولے ہُوئے تھے
اور نماز نہیں پڑھتے تھے
ہمارا دوسرا جرم یہ ہے کہ ہم خود کھاتے تھے -
لیکن مساکین کو نہیں کھلاتے تھے -
ہمارا تیسرا جرم یہ ہے کہ ہم بیہودہ باتیں بناتے
اور وقت ضائع کرتے تھے
ہمارا چوتھا جرم یہ ہے کہ ہم جزا و سزا کے منکر تھے -
اعمال کی جوابدہی سے غافل تھے
اور آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے
یہاں تک کہ پیغام موت آگیا -
آہ ہم نے کوئی ایسا کام نہ کیا جو آج کام آتا
ہماری کوئی سفارش نہیں کرتا
اور کوئی ہمیں دوزخ سے نہیں بچاتا
کاش ہم دُنیا میں سمجھ جاتے
اور آج یہ انجام بد نہ دیکھتے

(۷۴ : ۳۸ + ۴۸)

بچوں کا صفحہ

سچے دوست

از قلم عزیز الرحمٰن حیدری مدرس انوار العلوم نزد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ

مورخ و سیرت نگار واقدی لکھتا ہے۔ کہ میرے دو دوست تھے۔ ایسے دوست کہ ہم تینوں اپنے آپ کو یک جان و سہ قالب سمجھتے تھے۔ ایک زمانہ آیا کہ میں انتہائی مفلسی میں زندگی بسر کرنے لگا۔ اس اثنا میں عید سے چند روز قبل میری رفیقۂ حیات مجھ سے کہنے لگی کہ "ہم تو مصائب و آلام بآسانی جھیل سکتے ہیں اور ہر حالت میں صبر سے کام لے سکتے ہیں۔ لیکن میرا دل بچوں کی تنگی اور اُداس چہروں کو برداشت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ عید کے دن جب ان کے ساتھی رنگا رنگ کے کپڑے پہنیں گے تو ان کے دل پر کیا گزرے گی؟ اگر ہو سکے تو کچھ کرو تاکہ کلیجے کے ان ٹکڑوں کو تو خوش دیکھ سکوں"

واقدی لکھتا ہے کہ میں بیوی کی باتوں سے بہت متاثر ہوا اور میں نے اپنے دوست ہاشمی کو دو جملوں میں اپنی محتاجی کے متعلق اشارتاً سمجھایا۔ میں نے لکھا۔

"ہم محتاج ہیں اور عید آ رہی ہے"۔

جب رقعہ اس کے پاس پہنچا تو اس نے ایک سربمہر تھیلی بھیجی۔ لانے والے نے بتایا کہ اس میں ایک ہزار درہم ہیں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ میں نے ابھی تک تھیلی کو کھولا بھی نہیں تھا کہ دوسرے دوست سے اس مضمون کا خط پہنچا۔

—— "مدت ہوئی کہ میں پریشانی کی "تلوار سے گھائل ہوں۔ اگر ممکن ہو تو میرے لیے کچھ مرہم بھیجو۔"

—— میں نے وہ تھیلی اسی طرح سربمہر بھیج دی اور بچوں کے تقاضوں سے بچنے کی خاطر وہ رات میں نے گھر کی بجائے مسجد میں بسر کی۔ اگلے روز ہاشمی وہی سربمہر تھیلی لے کر آیا اور حیرانی سے پوچھنے لگا کہ جو رقم میں نے کل آپ کو بھیجی تھی اس کا کیا کیا؟۔ میں نے صاف صاف بتا دیا کہ فلاں دوست کا رقعہ آیا تھا۔ اسے بھیج دی۔ ہاشمی کہنے لگا کہ تمہارے رقعہ ملنے سے پہلے مجھے کچھ رقم کی ضرورت پڑی تھی۔ سوچا کیا کیا جائے۔ آخر کار یہ فیصلہ کیا کہ ...... سے (جو آپ کا اور میرا دوست ہے) مدد طلب کی جائے۔ چنانچہ میں نے قاصد کے ذریعہ اس کو پیغام بھیجا اور اس نے یہ تھیلی جو کہ ایک ہزار درہم پر مشتمل تھی۔ مجھے بھیج دی۔ لیکن اس سے قبل کہ میں اسے کھولتا۔ آپ کا قاصد رقعہ لایا۔ اگرچہ اس وقت اس کے سوا میرے پاس ایک کوڑی بھی نہ تھی تاہم میں نے یہ بات مروت کے خلاف سمجھی کہ یہ تمام کے تمام آپ کو روانہ نہ کروں۔ اب اس نے دوبارہ یہ تھیلی مجھے بھیجی ہے۔ اور میں حیران ہو کر آپ کے پاس آیا ہوں کہ معاملہ کیا ہے؟

واقدی لکھتا ہے کہ "اس کے بعد تیسرے دوست کو بلا کر ہم نے اس رقم کو تین مساوی حصوں میں تقسیم کیا۔

یہ تو آج سے ساڑھے بارہ سو سال قبل تین سچے دوستوں کی ایک تاریخی کہانی تھی۔ جس سے ہم سبق حاصل کرنے کی بجائے قصۂ پارینہ سمجھ کر ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب زمانہ بدل چکا ہے۔ اب ایسے دوست کا میسر آنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ لیکن میں آپ کو "سچی دوستی" کی ایک جیتی جاگتی کہانی سنا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرونگا "کہ زمانہ نہیں بدلا۔ بلکہ اہل زمانہ بدل گئے ہیں"

مارچ ۱۹۵۵ء کی ایک شام کو میں چند دوستوں کو الوداع کہہ کر سٹیشن کی پُرشور فضا سے واپس آ رہا تھا کہ چائے کے شوق نے دل میں گدگدی کی۔ اور کچھ وقفے کے بعد میں نے اپنے آپ کو ہاسٹل کی بجائے ہوٹل میں گرم گرم چائے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے پایا۔ چائے کے دور کے ساتھ ساتھ گراموفون کا نغمہ بھی بجا بر چل رہا تھا اور بے فکرے جھوم رہے تھے۔ میری چائے کی پیالی ختم ہو چکی تھی۔ میں نے ریسٹورنٹ کے قرینے سے لگائی ہوئی میزوں پر ملکی اور بین الاقوامی مسائل پر بحث کرنے والوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔ اور سوچنے لگا کہ

"عقلی اور ذہنی غلامی، سیاسی اور جسمانی غلامی سے کس قدر بُری ہے۔ جسمانی غلام کا علاج تو ممکن ہے۔ لیکن ذہنی غلامی کا کوئی علاج نہیں"۔

مجھے خیال آیا کہ ہماری قوم مغربی تہذیب و تمدن۔ معاشرت و سیاست سے کس قدر مرعوب ہے۔ کسی بھی شریف آدمی سے یہ بات سُننے میں نہیں آئی کہ ہم بھی کوئی طرزِ معاشرت اور سیاسی روایات رکھتے ہیں۔ ہماری تاریخ بھی حضرت عمر فاروقؓ۔ عمر بن عبدالعزیزؒ اور محمد بن قاسم اور سلطان ٹیپو جیسے بہادر و نڈر سپاہیوں کی شاندار فتوحات سے بھرپور ہے۔ اس کے برعکس ہر پاکستانی نپولین، قیصر، لینن اور واشنگٹن کی مدح و ستائش میں رطب اللسان نظر آ رہا ہے۔ یہ ہماری ذہنی غلامی کا بدترین ثبوت ہے اور ہمیں اس سے اپنی قوم کو نجات دلانے میں کافی صعوبتیں اٹھانی پڑیں گی۔

میں اس قسم کے خیالات میں غرق تھا کہ بیرا بل لے کر آیا۔ جیب میں ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ جو سرمایہ تھا وہ تو کسی ماہر جیب کترے کے ہاتھ کی صفائی کی نذر ہو گیا۔ اس وقت مجھ پر جو گذری اس کا اندازہ وہی حضرات لگا سکتے ہیں جو اس قسم کے حادثات کا شکار ہو چکے ہوں۔ ایک تو جیب کٹ جانے کا صدمہ جس نے اچھے بھلے چہرے پر ہلدی کا پلستر کر دیا تھا۔ دوسرے بل کی ادائیگی کا فکر —— جو میرے سامنے ایک خوبصورت پلیٹ میں رکھا تھا۔ کافی غور و خوض کے بعد میں اُٹھا اور منیجر سے اپنی مجبوری بیان کی۔ ہوٹل کا منیجر کوئی شریف آدمی تھا جس نے نہ صرف میری مجبوری کو سمجھ لیا۔ بلکہ اس ناخوشگوار واقعہ پر افسوس بھی ظاہر کیا۔

ہوٹل کی گہما گہمی اور پُر رونق ماحول سے باہر نکلا تو جیب کٹ جانے کا صدمہ دل و دماغ پر دھیرے دھیرے کالی گھٹا بن کر چھا گیا میں سوچنے لگا کہ مہینے بھر کے اخراجات کیسے پورے ہوں گے؟ انہیں نپٹانے کے لئے کیا طریقہ اختیار کروں؟ والدین کو لکھ کر پریشان کرنا بھی تو کوئی جوانمردی نہیں۔ کافی سوچ بچار کے بعد ایک ترکیب سوجھی کہ غیر ضروری اخراجات کم کر کے دو مہینوں میں یہ کمی پوری کی جائے۔

اس حادثے کے دو تین دن بعد اس ہوٹل میں بیٹھا نہ جانے کیا سوچ رہا تھا کہ اچانک میرے دو دوست وارد ہوئے۔ علیک سلیک کے بعد کہنے لگے —— "کوئی بات نہیں زندگی میں ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں"۔۴

۴ میں ابھی حیرانی سے ان کا منہ ہی تک رہا تھا۔ کہ انہوں نے کچھ نوٹ میرے سامنے میز پر ڈال دیئے۔ "یہ ہم نے آپ کی جیب سے نکالے تھے" "مجھ میں کچھ سمجھا نہیں"۔ میں نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا۔ وہ مسکرائے۔ یار ہم سب سمجھ گئے۔ زیادہ باتوں کی ضرورت نہیں۔ یہ دو حصے ہماری طرف سے ہیں۔ باقی ایک حصہ اپنے اخراجات سے نکال کر کمی پوری کر لو۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷
ایڈیٹر: عبدالمنان چوہان
منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹ر۱۶۳۲۱- مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء
۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری TBC/۲۴۳۰- ۲۴۸۱- مورخہ ۷ر ستمبر ۱۹۵۶ء
بدل اشتراک: سالانہ گیارہ روپے ۱۱ ؍ ششماہی چھ روپے ۶ ؍ فی پرچہ چار آنے